حالم (نمرہ احمد)

آٹھارہواں باب:

"چور اور جاسوس"

اس نے خواب میں دیکھا....

چمکتا فرش ہے....

اور دو سپید پیر سیاہ جوتوں میں مقید ہیں....

جوتے گیلے ہیں....

اور چند قطرے پانی فرش پہ بکھرا ہے....

دیکھتے ہی دیکھتے....وہ جوتوں میں مقید پیر پیچھے کو اٹھنے لگتے ہیں.....

گیلے جوتوں کے ربڑ سے چیں چیں کی آواز آنے لگتی ہے.....

وہ آواز....وہ نحوست بھری آواز.....

☆☆=========☆☆

کے ایل کے اس چھوٹے سے گھر کا لان آج سونا سونا سا لگتا تھا۔گھاس اور پھولوں کے باوجود خالی پن اور ویرانی ہر شے سے ٹپکتی تھی۔نہ کوئی مرغی تھی جو کسی آہٹ پہ کٹ کٹاتی ہو' نہ کوئی چوزہ تھا جو ادھر ادھر پھدکتا ہو۔

ایڈم کی ایبو برآمدے کے زینوں پہ بیٹھی گود میں ننھا گملا رکھے' کھرپے سے اس کی مٹی کو دھیرے دھیرے ہلا رہی تھی۔پودا سوکھا ہوا لگتا تھا' اس لئے مٹی سخت تھی۔وہ گاہے بگاہے پانی کا گھونٹ گملے پہ انڈیلتی اور پھر گیلی مٹی کو کھودنے لگتی۔اس کے اسکارف میں لپٹے چہرے پہ اداسی تھی۔وہ جتنی خاموش تھی' عقب میں برآمدے میں بیٹھے داتن اور ایڈم اتنا ہی بول رہے تھے مگر عجیب بات تھی کہ ان دونوں کی گفتگو ہو یا گملے میں پانی کی گرتی دھار کی آواز' کوئی شے اس گھر کے سنسان پن کو ختم نہیں کر پا رہی تھی۔

''میرا دل نہیں مانتا ایڈم۔''

برآمدے کی کرسیاں آدھی دھوپ اور آدھی چھاؤں میں تھیں۔ داتن کی کرسی پہ سایہ تھا اور وہ فکرمندی سے سر نفی میں ہلاتی کہہ رہی تھی۔ ''میں وان فاتح کو شاید پسند نہ کرتی ہوں' اور تالیہ کے لئے تو بالکل بھی نہیں (آواز دھیمی ہوئی اور اس نے کاغذ رکھ دیئے اور سنجیدگی سے ایڈم کو دیکھا۔) مگر وہ یوں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ وہ کسی آف شور کمپنی کا مالک نہیں ہو سکتا۔''

ایڈم کی کرسی دھوپ میں تھی۔ وہ ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنائے بیٹھا تھا۔ آج مسٹر سلیپر یٹی والے حلیے کے برعکس' وہ ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس' مغموم نظر آتا تھا۔

''ہر طرح سے چیک کر چکا ہوں' داتن۔ کاغذ اوریجنل ہیں اور یہ دستخط وان فاتح کے ہی ہیں۔''

''تمہارا دل کیا کہتا ہے؟'' داتن نے غور سے اس نوجوان کی اداس آنکھوں میں دیکھا۔

ایڈم نے گہری سانس لی' ماتھے سے ہاتھ ہٹایا اور دور لان کی ویران گھاس کو دیکھنے لگا۔

''میں جانتا ہوں کہ یہ کمپنی وان فاتح کی ہی ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے۔ میری طرف سے چاہے وہ ایک کمپنی رکھیں یا ایک ہزار۔ مسئلہ یہ ہے کہ ان کی کمپنی اس فرم میں ہے جس کے راز افشاء کرنے کا وعدہ میں نے نیشنل میڈیا پہ کیا تھا۔''

''تم اپنے لئے پریشان ہو؟''

''کیا میں صرف اپنی پرواہ کرنے والا لگتا ہوں آپ کو؟'' وہ الٹا اس پہ خفا ہوا۔ ''اگر میں نے یہ فائل (اٹھا کے چند کاغذ دکھائے) پبلک کر دی تو وان فاتح کی ساکھ تباہ ہو جائے گی اور بے تالیہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گی۔ اور اگر (کاغذ واپس رکھے) میں اس فائل کو چھپا کے باقی تمام لوگوں کے راز افشاء کرتا گیا تو میں خود کو معاف نہیں کروں گا۔''

''کون سا غم زیادہ بڑا ہو گا؟''

وہ چپ ہو گیا۔ لان کے سارے پھول اور پتے خاموشی سے اس کے جواب کے منتظر تھے۔ ایبو ابھی تک زینوں پہ بیٹھی گملے کی مٹی نرم کر رہی تھی۔

''پتہ ہے' داتن.... مجھے ہمارے رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے کہ انسان کو غم اور خوشی میں بات حق کی کہنی چاہیے۔ چاہے معاملہ کسی عزیز کا ہو یا دشمن کا۔ انسان کو حق کے لئے یکساں اسٹینڈرڈ سب پہ اپلائی کرنا چاہیے۔ میں ہمیشہ سے وہ پرفیکٹ سچا مسلمان بننا چاہتا تھا۔ دشمنوں کی آف شور جائیداد کے کاغذ لیک کر دیئے تو ایڈم بن محمد کو لگا وہ ہی سچا مسلمان بن گیا ہے مگر دوست کی باری آئی تو اس نے جانا کہ یہ بہت مشکل کام ہے۔''

''آسان ہوتا تو سب کر لیتے۔'' داتن تلخی سے مسکرائی۔ ایڈم کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

''مجھے بے تابیہ کا غم نہیں ہے۔ اپنا بھی نہیں ہے۔ غم صرف اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگیاں اتنی مشکل کیوں بنائی ہیں۔ میرے ہاتھ میں زمین میں چھپے خزانوں کے راز دے کر مجھے بچپن سے نصیحت کروائی گئی تھی کہ جب تمہیں ان خزانوں کا علم ہوگا تو تمہیں سچ بولنا ہوگا۔ قدیم ملاکہ میں یہ آسان تھا۔ جدید کے ایل میں بھی یہ آسان تھا۔ چاہے سائمن کے بندے مجھے ماریں یا امراء اور روساء رشوتوں کی پیشکش کریں، میں سمجھتا تھا میں ہر ترغیب اور ہر دھمکی کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ مگر اپنے ہی ہاتھوں مجھے اپنے ایک دوست کی ساکھ کو برباد کرنا پڑے گا میں نہیں جانتا تھا۔''

''تو تم فیصلہ کر چکے ہو؟ تم یہ فائل پبلک کر دو گے؟''

ایڈم نے بے بسی سے اسے دیکھ کے شانے اچکائے۔ ''کیا ایڈم بن محمد کے پاس دوسرا کوئی آپشن ہے؟''

''اور اگر یہ فائل جھوٹی ہوئی اور تم ناحق کسی کی عزت سے کھیل گئے تو نقصان کا ذمہ دار کون ہوگا؟''

''داتن.... داتن.... جن سینکڑوں لوگوں کی فائلز میں نے میڈیا پہ پیش کی ہیں ان میں سے ایک بھی میرے خلاف کورٹ نہیں گیا۔ خود کلائیڈ اینڈ لی کمپنی بھی نہیں کیونکہ سب کو معلوم ہے یہ سچ ہے۔'' وہ بے بسی سے بولا تو داتن سوچتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''اور تم نے کہا کہ وہ تمہارا دوست ہے؟''

پہلی دفعہ ایڈم کے لبوں کو ایک زخمی مسکراہٹ نے چھوا۔

''سیاستدانوں کی یادداشت اچھی نہیں ہوتی۔ وہ بھول جاتے ہیں۔ مگر میں نہیں بھولا۔ قدیم ملاکہ میں ہم دوست ہی تھے۔''

''اسی لیے دوستوں اور دوسرے لوگوں میں انسان کو فرق کرنا آنا چاہیے ایڈم۔''

''آپ کہہ رہی ہیں کہ میں اس فائل کو چھپا لوں؟'' ایڈم نے بھنویں بھینچ کے اسے دیکھا۔

''میں کہہ رہی ہوں کہ دوست، دوست ہوتا ہے اور اس کو صفائی کا ایک موقع دینا چاہیے۔ تو کیوں نا تم ایک دفعہ اس معاملے کی دوبارہ سے تحقیق کرو۔''

''میں ساری تحقیق کر چکا ہوں۔ یہ فائل سچی ہے۔''

''جھوٹا تو تمہارا دوست بھی نہیں ہے ایڈم۔ ایک دفعہ پرانے وقتوں کی طرح اس سے مل بیٹھ کے بات کرنے میں کیا قباحت ہے؟'' داتن اب کے برہمی سے بولی۔ ''دوست کا اتنا حق ہوتا ہے کہ اس سے ایک دفعہ پوچھ لو۔ ہو سکتا ہے عصرہ نے یہ کمپنی وان فاتح کے نام پہ بنالی ہو۔ کمپنی بنانے کے لیے پاسپورٹ وغیرہ کی کاپی ہی چاہیے نا اور ایک دستخط؟ کیا عصرہ کسی بھی

بہانے سے فاتح سے یہ دونوں چیزیں نہیں لے سکتی؟''

ایڈم نے چپ ہو کے سر جھکا دیا۔ پھر اسی طرح تھوڑی سینے پہ گرائے وہ آہستہ سے بولا۔

''وہ اب پی این کے صدر ہیں اور اب تو چے تالیہ بھی نہیں ہیں جو مجھے اپائنٹمنٹ دلوا دیں۔ وہ ایک پرانے باڈی مین کی کتاب کی تقریب میں تو آ سکتے ہیں لیکن اس کو اپنے برابر بٹھا کے تفتیش کا حق نہیں دے سکتے۔ انہیں تو بھول چکا ہے کہ کبھی میں ان کا دوست تھا۔''

''تمہیں تو یاد ہے نا؟ اور جو انسان کو معلوم ہوتا ہے وہی اس کی مدد کر سکتا ہے۔''

ایڈم نے سر اٹھایا اور پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ داتن کا چہرہ دیکھا۔ داتن کی آنکھوں میں امید تھی۔

''چے تالیہ کا کچھ پتہ چلا؟''

''نہیں ایڈم۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ٹھیک ہوگی۔ جب وہ واپس آنا چاہے گی آ جائے گی۔''

''انہیں ہمیں ایک فون تو کرنا چاہیے تھا۔''

''میں نے اسے ای میل کی ہے۔ روز کرتی ہوں۔ تم بھی کر لیا کرو۔ تالیہ اپنی مرضی کی مالک ہے۔ جب اسے بات کرنی ہوگی وہ کر لے گی۔ مگر ہم دونوں کو معلوم ہے کہ وہ جہاں بھی ہے آزاد ہے ورنہ وہ وان فاتح کے گھر وہ کیک پیسٹریز نہ بھجوا رہی ہوتی۔''

داتن کے لہجے میں تلخی گھل گئی۔ ایڈم کے چہرے کا زخمی پن مزید بڑھ گیا۔

''ان کو گورنمنٹ والے گرفتار کر کے لے گئے اتنے کرائسز میں وہ ہم دونوں کو بھول گئیں مگر فاتح صاحب کو نہیں بھولیں۔ وہ ان کے لیے زیادہ اہم ہیں۔'' وہ دکھی دل سے بولا تھا۔ پھر چونکا۔ ''کیا پتہ ان پیسٹریز کی پے منٹ انہوں نے پہلے سے کر دی ہو۔''

''نہیں ایڈم۔ وہ ہر روز تازہ پے منٹ کرتی ہے اپنے کریڈٹ کارڈ سے۔ میں نے پتہ کروایا تھا۔ برا مجھے بھی لگا مگر تالیہ اور فاتح مشکل حالات کے باوجود ایک دوسرے کو چاکلیٹس اور کوکو پھل کے تحفے دینا نہیں بھولتے۔'' وہ تلخی سے کہہ رہی تھی۔

ان سے ہٹ کے بیٹھی ایبو اب گملا اس کی جگہ پہ رکھ رہی تھی۔ اس کی مٹی نرم ہو چکی تھی اور اس میں کھلا پودا نہا دھو کے تر و تازہ لگنے لگا تھا۔ اس کے پتے پہلے چوزے کھا جاتے تھے مگر ان کے مرنے کے بعد یہ پودا محفوظ ہو گیا تھا۔ اور اس کی شاخوں پہ ننھے ننھے پتے پھر سے پھوٹنے لگے تھے۔

کسی ایک کی موت کسی دوسرے کی حیات تھی۔ ایک کا زوال دوسرے کا عروج تھا۔

☆☆==========☆☆

رات کی سیاہی وان فاتح کی رہائشگاہ پہ پھیلی تھی۔ باہر اور اندر خاموشی تھی۔ بچے سونے جا چکے تھے۔ فاتح گھر نہیں آیا تھا۔ ایسے میں اسٹڈی کے اندر عجب اداسی چھائی تھی۔

دروازہ بند تھا اور کرسی کی دروازے کی طرف پشت تھی۔ اس پہ بیٹھی عصرہ کھڑکی کی طرف چہرہ کیے' مگ سے گھونٹ بھر رہی تھی۔

موسم قدرے ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ کے ایل میں سرما کی آمد آمد تھی اور یہ ایسا گرم اور پر حبس خطہ ارض تھا کہ سرما کا مطلب ذرا سی ٹھنڈ کے سوا کچھ نہ تھا۔

عصرہ بال ڈھیلے جوڑے میں باندھے' کندھوں کے گرد شال لپیٹے' کھڑکی سے نظر آتے نیم اندھیر لان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کسی سیمینار سے آئی تھی اور میک اپ ابھی نہیں اتارا تھا۔ مسکارا ذرا پھیلا ہوا تھا' اور کانوں میں موتی جگمگا رہے تھے۔ آنکھوں میں گہری سوچ تھی۔

''آپ نے مجھے کیوں مارا' ممی؟''

کھڑکی کے شیشے کے پار بالکونی میں اسے وہ کھڑی نظر آئی تھی۔

سفید فراک اور ہیر بینڈ والی بچی جس کے کپڑوں پہ خون لگا تھا۔ وہ بند شیشے پہ دونوں ہاتھ رکھے کھڑی' عصرہ کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

''تم پھر آ گئیں...!'' عصرہ نے اسی سکون سے گھونٹ بھرا اور مگ پیچھے میز پہ رکھا۔ نظریں آریانہ پہ جمی تھیں۔

''تم تب آئی تھیں ہماری زندگی میں آریانہ جب میں فاتح کو جیتنے کی کوشش کر رہی تھی۔'' وہ سوگوار مسکراہٹ کے ساتھ بولنے لگی ایسے کہ آواز لبوں سے باہر نہ گئی مگر وہ جانتی تھی کہ آریانہ سن رہی ہے۔

''میں نے اتنے ماہ اس کے ارد گرد پروانے کی طرح منڈلاتے گزارے' اور پھر ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ اس کی زندگی میں تم بھی ہو۔ اس کے باپ کے جرم کی نشانی.... اس کی چھوٹی بہن جسے وہ زمانے سے بچانا چاہتا تھا۔ تب مجھے لگا کہ تم میری سیڑھی ہو۔ میرا سب سے قیمتی ہتھیار۔ فاتح کے دل تک پہنچنے کا راستہ۔''

''تو کیا ان کے دل تک پہنچ گئیں آپ؟'' بچی اپنا ماتھا شیشے سے ٹکائے اندر جھانک رہی تھی۔

عصرہ نے سیٹ پہ ٹیک لگا لی۔ اس کے چہرے پہ سکون تھا۔ نہ پریشانی نہ خوف۔ وہ شیشے کے پار آریانہ پہ نظریں مرکوز کیے سوچ سوچ کے بولنے لگی۔

''کوئی کہتا ہے مرد کے دل کا راستہ معدے سے گزرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے مرد کو قربانی اور وفا سے جیتا جاتا ہے۔ کسی کو لگتا ہے مرد کو جتنا نظر انداز کرو اتنا وہ قریب کھنچتا ہے۔ مگر میں تمہیں بتاؤں آریانہ.... چاہے مرد ہو یا عورت.... سب کے دل کا راستہ دل سے ہی گزرتا ہے اور اس راستے پہ چلنے کی توفیق نصیب سے ہی ملتی ہے۔ کوشش سے نہ کسی کو خود سے محبت کروائی جا سکتی ہے نہ کسی کے پیچھے خود کو رول دینے سے اپنے نصیب سے بڑھ کے اس کا پیار مل سکتا ہے۔ تم سے پہلے فاتح کو صرف ایک انسان سے محبت تھی۔ وہ تھا خود وان فاتح۔ تم آئیں تو اس محبت میں شریک ہو گئیں۔ تم چلی گئیں تو وہ پھر سے وہی narcissist بن گیا جو وہ ہمیشہ سے تھا۔ عصرہ محمود تو کہیں بھی نہیں تھی۔''

''آپ کے والد آپ کو منع کرتے تھے نا۔''

عصرہ کے لبوں پہ اداس مسکراہٹ بکھری۔

''میرے والد عقلمند انسان تھے اور تب مجھے غلط لگتے تھے۔'' اس نے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا اور اوپر چھت سے لٹکتے ریڈنگ لیمپ کو دیکھنے لگی۔

''مگر ان کا تجربہ درست تھا۔ میری ریاضتیں بے سود تھیں۔'' اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اسٹڈی کی کرسی پہ بیٹھی خود سے باتیں کر رہی تھی۔

''میں نے اس ایک آدمی کے پیچھے سب چھوڑ دیا۔ اپنے باپ کی ناراضی مول لی۔ اس کی بہن کو اپنی بیٹی بنایا۔'' وہ اپنے سود و زیاں گن رہی تھی۔ اسے سب انگلیوں پہ یاد تھا۔ ''میں نے اپنا کیریئر چھوڑا۔ ایک وکیل سے ایک ہاؤس وائف بنی۔ اس کے لئے امریکہ بھی چھوڑ دیا۔ سیاسی بیوی بھی بنی اور سیاسی ایکٹوسٹ بھی۔ اس کے بچے بھی پالے۔ ملائیشیا آ کے خود کو ایک آرٹ کلیکٹر کے طور پہ بھی منوایا۔ میں نے وان فاتح کی بیوی کا کردار کتنی محنت سے نبھایا اور اس نے پل بھر میں تالیہ مراد کو میرے برابر لا کھڑا کیا؟ غلطی کہاں ہوئی آریانہ؟''

کھڑکی میں کھڑی بچی نے انگلی سے دستک دی۔ ٹھک ٹھک۔ عصرہ نے آنکھیں کھولیں اور بالکونی کے شیشے کو دیکھا۔ خون آلود سفید فراک والی بچی وہیں تھی۔ اس کی سانسوں کی بھاپ نے شیشے کو دھندلا دیا تھا۔ دھند کے پار نظر آتے آریانہ کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ اور تمسخر بھی۔

''اتنی ریاضتوں کے بعد بھی ڈیڈ کی محبت نہیں ملی آپ کو۔''

''کہا نا۔ محبت نصیب سے ملتی ہے۔ کوشش سے نہیں۔''

''غلط ماما۔'' آریانہ نے انگلی کے پورے سے دھند لے شیشے پہ لکیر کھینچی۔ اوپر سے نیچے سیدھی لکیر۔

''محبت نصیب سے ملے یا کوشش سے، مگر کسی ایک شخص کو پانے کے لئے دوسرے کو نقصان دینے سے تو یہ کبھی نہیں ملتی۔ آپ کو شاید ڈیڈ کی محبت مل جاتی اگر آپ میرے ساتھ وہ سب نہ کرتیں۔''

آریانہ نے انگلی سے ایک افقی لکیر کھینچی تو دھند میں صلیب بن گیا۔ صلیب کی درز سے عصرہ کو اس کی ناک اور آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں جن میں نفرت اور چبھن تھی۔

''تم مجھے پہلے دن سے بری لگتی تھیں۔'' وہ دھند میں کھنچی صلیب کو دیکھ کے بے خودسی کہنے لگی۔

''وہ تمہارے علاوہ کسی کی طرف دیکھتا ہی نہیں تھا۔ میں اس کے سامنے تم سے پیار کرتی تھی۔ اس کے پیچھے تمہیں اگنور کرتی تھی مگر یہ کردار نبھاتے نبھاتے میں تھکنے لگی تھی۔ چھ سال بہت ہوتے ہیں۔ میں نے تمہیں بورڈنگ بھجوانے کی بہت کوشش کی مگر وہ راضی ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس نے سکندر اور جولیانہ سے کبھی وہ محبت نہیں کی جو تم سے کی تھی۔ اشعر بھی تم سے پیار کرتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے بابا کو بھی تم بری نہیں لگتی تھیں۔ تم نے ہر ایک کا دل جیت لیا اور میں اپنی نفرتوں میں اکیلی رہ گئی۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں تمہیں وہاں سے ہٹا دوں۔''

''اور پھر آپ نے سوچا کہ مجھے ہٹانے کے لیے مجھے اغوا کرا دیا جائے اور اسی لیے آپ نے وہ نینی ہائر کی۔''

''ہاں۔ میں نے ایسا کیا۔'' عصرہ نے شانے اچکائے۔ ''بابا کا پرانا وفادار آدمی میرے کام آیا۔ اس نے ہر چیز یوں پلان کی تھی کہ آریانہ کے اغوا کا الزام صوفیہ رحمٰن کے باپ عبدالرحمٰن پہ آئے گا۔ میں نے اسے کہا تھا کہ وہ تمہیں اس شہر سے دور لے جائے۔ اتنی دور جہاں سے تم واپس نہ آسکو۔ کسی کو بیچ دے۔ کسی دور پار کے یتیم خانے میں بھیج دے۔ بس تم چلی جاؤ تا کہ فاتح کچھ اور دیکھ سکے۔ واللہ میں تمہیں مارنا نہیں چاہتی تھی۔۔۔''

''شہر سے دور بھیج دو؟ کہیں چھوڑ آؤ؟ میں انسان کا بچہ تھی یا بلی کا' ماما؟'' باہر کھڑی لڑکی کی آنکھوں میں سرخ نمی اتر رہی تھی۔

''واللہ میں تمہیں نہیں مارنا چاہتی تھی' آریانہ۔ میں صرف تمہیں اس کی نظروں سے دور کرنا چاہتی تھی۔''

''مگر جب آپ کے آدمی نے پوچھا کہ اگر آریانہ کو خبر ہو گئی کہ اصل اغوا کار کون ہے تو آپ نے اسے کیا کرنے کا کہا تھا؟''

دھندلی صلیب کے پار کھڑی لڑکی اسے یاد دلا رہی تھی۔ عصرہ چپ رہ گئی۔ آریانہ نے ہاتھ اوپر سے نیچے لا کے شیشے کی دھند صاف کی۔

''آپ نے کہا تھا۔۔۔ اگر بات یہاں تک آ جائے تو اس کو مار دینا۔ سوائے فاتح کے اس کے لئے کوئی رونے والا نہیں ہو

گا۔"

"مگر سب سے زیادہ میں روئی تھی۔" عصرہ کی آنکھوں کے گوشے بھیگے۔ "اتنا روئی تھی کہ بیمار پڑ گئی۔"

"اپنے گلٹ اور پکڑے جانے کے خوف سے روئی تھیں آپ۔ اور پھر آپ کو اتنے سال اسی خوف کے ہاتھوں میرا غم اپنے اوپر طاری کیے رکھنا پڑا۔ آریانہ جا کے بھی آپ کی زندگی سے نہیں گئی۔"

"ہاں۔ تم مر گئیں مگر میری خوشیوں کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ یہاں تک کہ آریانہ کا غم اصل آریانہ سے بڑا ہوتا گیا۔ فاتح کا دل مردہ ہو گیا اور میرے جذبات نے خود کو خود ہی مار ڈالا۔ ہم اجنبی ہوتے گئے۔ پتھر کے دلوں والے دو روبوٹ جو اس گھر میں رہتے تھے مگر تم نے تب بھی بس نہیں کی۔" عصرہ نے پلکیں اٹھا کے اب کے نفرت سے شیشے کے پار کھڑی لڑکی کو دیکھا۔

"تم نے مر کے بھی میری زندگی میں زہر گھولنا نہیں چھوڑا۔ جانتی ہو تم نے کیا کیا؟"

وہ اب غصے سے غرا رہی تھی۔

"تم آریانہ...تم تھیں جو اسے وہ اسٹیج ڈرامہ دکھانے گئی تھیں۔ تم تھیں جو تالیہ مراد...تاشہ...کو اس کی توجہ میں لائی تھیں۔ میرے ساتھ سارے ظلم تم نے ہی کیے ہیں۔ میرے سب حساب تمہاری طرف ہی نکلتے ہیں۔"

پھر انگوٹھیوں والے ہاتھ کرسی کے ہتھ پہ رکھ کے اٹھی اور پورے قد سے شیشے کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ آریانہ نے شیشے سے ہاتھ ہٹا دیے اور چند قدم پیچھے ہٹی۔ دونوں کے درمیان اب کانچ کی دیوار حائل تھی۔ عصرہ نے تلخی سے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"جو میں نے تمہارے ساتھ کیا' مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ دس دفعہ موقع ملا تو دس دفعہ یہی کروں گی۔" شیشے کے قریب چہرہ کر کے وہ پھنکاری۔

"مگر اب ایسا نہیں ہوگا۔" عصرہ اس پہ نظریں جمائے چبا چبا کے بولی۔ آنکھ کے گیلے گوشے ہتھیلی کی پشت سے رگڑے تو مسکارا ذرا سا پھیلا۔

"اب عصرہ محمود دان دونوں کو اس طرح سے الگ کرے گی کہ وہ کبھی ایک ہو ہی نہیں سکیں گے۔" پھر اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی۔

"وہ ابھی بھی وہیں ہوگا۔ مگر خیر...اس کو لگا نے دو تالیہ کے گھر کے چکر۔ جلد ہی عادت ٹوٹنے والی ہے۔" گھڑی سے سر ہٹایا اور اوپر دیکھا تو شیشے کے پار بالکونی خالی پڑی تھی۔

آریانہ جا چکی تھی مگر وہ جانتی تھی کہ آریانہ ان کی زندگیوں میں سے ایسے کبھی نہیں جائے گی۔

اب کی دفعہ کسی اور کو جانا ہوگا۔

☆☆=========☆☆

حالم کا بنگلہ اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ چاند اور تاروں کو بادلوں نے ڈھک رکھا تھا جس سے بنگلے پہ سایہ پھیل گیا تھا۔ ویرانی اور اداسی کا اپنا سایہ جو اس کے گھر کے مالک کی واپسی تک نہیں چھٹنا تھا۔

باہر اسٹریٹ کے کونے میں ایک گاڑی میں بیٹھا آدمی بنگلے کو دیکھتے ہوئے فون کان پہ لگائے کہہ رہا تھا۔

”مسز عصرہ..... ان کی کار وہیں باہر کھڑی ہے اور وہ کچھ دیر ہوئی اندر گئے ہیں۔ جی..... چے تالیہ کی کار بھی اندر کھڑی ہے مگر میرا نہیں خیال کہ وہ گھر میں موجود ہیں۔ کیونکہ لیٹر باکس ڈاک اور بلز سے بھرا ہوا ہے اور ہر روز اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ او کے ٹھیک ہے میں واپس آ جاتا ہوں۔“ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور فون نیچے کر لیا۔ پھر کار اسٹارٹ کرنے لگا۔

بنگلے کے اندر..... نیم تاریک لاؤنج میں وہ کھڑا تھا۔ کوٹ تہہ کر کے بازو پہ ڈالے وہ گردن اٹھائے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچن کی بتی جلی تھی۔ باقی تمام بتیاں گل تھیں۔ وان فاتح سارے دن کا تھکا ہارا تھا' مگر اس گھر میں کھڑے ہوئے تھکاوٹ کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ وہ جیسے کسی مقناطیسی کشش کے باعث ہر رات یہاں آتا تھا' مگر جس کی جستجو تھی' وہ یہاں موجود نہیں تھی۔

اس نے کھڑے کھڑے گردن موڑی تو چونکا۔ میز پہ رکھی ٹوکری خالی تھی۔ وہ خطوط وہاں نہیں تھے۔ وہ چند لمحے اس ٹوکری کے خالی دامن کو دیکھتا رہا' پھر موبائل نکالا۔

”دولت..... تالیہ کہاں ہے؟“ فون کان سے لگائے' رابطہ ملتے ہی وہ بولا تھا۔

”وہ یہاں سے چلی گئی تھی۔ پرسوں۔“

”کیا وہ اپنے گھر آئی تھی؟“ وہ چہرہ جھکائے خالی ٹوکری کو دیکھ رہا تھا۔

”ہاں۔ مگر آج صبح وہ ملک سے بھی چلی گئی ہے۔ اس نے وزیر اعظم صاحبہ سے ڈیل کر لی ہے۔ کہاں گئی ہے' یہ تمہارا اگلا سوال ہوگا۔ نہیں بتا سکتا' یہ میرا اگلا جواب ہے۔“ دولت میکانکی انداز میں کہہ رہا تھا۔

”میرا اگلا سوال یہ نہیں تھا' فاتح نے گہری سانس لی۔“ وہ ٹھیک تھی؟“

”بہترین تھی۔“ اس کے انداز میں تلخی تھی۔ ”مگر تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔“ وہ رکا اور قدرے نرمی سے بولا ”تم شادی شدہ ہو' فاتح۔ تمہارا اس لڑکی میں اتنی دلچسپی لینا تمہارے لئے مسئلے پیدا کر سکتا ہے۔“

”جس دن تم نے مجھ سے جھوٹ بول کے تالیہ کو اس کے گھر سے دور کیا تھا' اس روز تم نے میرے دوست کا مقام کھو دیا تھا'

دولت۔تم اب مجھے کوئی نصیحت کرنے کا حق نہیں رکھتے۔'' رکھائی سے کہہ کے فاتح نے فون نیچے کرلیا۔

''کیا میں نے بھی آپ کا دوست ہونے کا مقام کھودیا ہے؟''

آواز پہ وہ چونکا۔گردن گھمائی۔

اوپر جاتی تاریک سیڑھیوں پہ کوئی ہیولہ سا نمودار ہوا۔اور زینے اترنے لگا۔وان فاتح نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑیں۔ نیم اندھیرے میں اس کے خدوخال واضح نہ تھے مگر وہ اس نوجوان کو صرف اس کی آواز سے پہچان سکتا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ ہم دوست ہیں۔'' فاتح کے تاثرات قدرے سخت ہوئے۔

ایڈم نے آخری سیڑھی پہ پہنچ کے دیوار پہ ہاتھ مارا۔ پل بھر میں سارا لاؤنج روشن ہوگیا۔تیز روشنی سے فاتح کی آنکھیں قدرے چندھیا گئیں۔اس نے گردن پیچھے کی۔پھر ذرا آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اس نے دیکھا'ایڈم سیڑھیوں کے دہانے پہ کھڑا تھا۔

اس کی شکل پہ ایسی ویرانی اور اداسی تھی جو شاید اس بنگلے کی دیواروں میں بھی نہ تھی۔شیو ذرا بڑھی ہوئی تھی۔بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔وہ گلابی آنکھوں میں شکوہ لئے وان فاتح کو دیکھ رہا تھا۔

''ایک زمانے میں ہم دوست تھے'سر۔چھوٹے.....(انگلی اور انگوٹھے کے درمیان ذرا سا خلا بنا کے دکھایا) بہت چھوٹے عرصے کے لئے مگر آپ میری راہنمائی کرتے تھے۔میں آپ سے سوال پوچھتا تھا اور آپ جواب دیتے تھے۔کیا اب بھی میں سوال پوچھ سکتا ہوں'سر؟''

فاتح نے بھنویں اکٹھی کر کے غور سے اس کی حالت دیکھی'پھر کوٹ ایک صوفے پہ ڈالا اور دوسرے پہ بیٹھتے ہوئے سپاٹ سا بولا۔

''ہوں۔پوچھو۔'' ٹیک لگا کے ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور تھوڑی بلند کر کے سامنے کھڑے نوجوان کو دیکھا۔بی این کے صدر کے سامنے ایک پرانا باڈی مین کھڑا تھا۔

''آپ یہاں ہر رات کیوں آتے ہیں؟''

''ہر رات؟'' فاتح نے ابرو اٹھائی پھر ایک نظر خالی ٹوکری کو دیکھا۔

''نہیں سر'میں نے وہ خط نہیں پڑھے۔بے فکر رہیں۔''

وان فاتح نے مسکرا محظوظ انداز میں اسے دیکھا۔

''تمہیں لگتا ہے اگر تم وہ خط پڑھ لیتے تو مجھے فکر ہوتی؟ اگر ایسا تھا تو میں ان کو ای میل کر دیتا'یوں اس گھر کی میز پہ نہ چھوڑتا

جس کی چابی بہت سے لوگوں کے پاس ہے۔'' پھر ہلکے سے شانے اچکائے۔'' وان فاتح چھپ کے کام نہیں کرتا۔ جو کرتا ہے نڈر ہو کے کرتا ہے۔ تم کیا عصرہ بھی وہ خط پڑھ لے تو مجھے فرق نہیں پڑتا۔''

''میرا سوال وہیں ہے سر۔ آپ یہاں کیوں آتے ہیں۔ آپ بی این کے صدر ہیں۔ میں نے کبھی آپ کو (قدیم ملاکہ میں بھی.... دل میں کہا) اتنا ایموشنل نہیں دیکھا۔''

وہ دھیرے دھیرے چلتا اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ شکوک وشبہات میں لپٹی نظریں اس پہ جمی تھیں۔

''آپ چے تالیہ کے لیے یہاں کیوں آتے ہیں؟''

فاتح نے گردن اٹھا کے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب وہ واپس آئے تو وہ یہ جان لے کہ اس کو مس کیا گیا ہے۔ اس کا انتظار کیا گیا ہے۔''

ایڈم کے حلق میں پھندا سا لگا۔'' اور آپ ان کا انتظار کیوں کرتے ہیں۔''

''کیونکہ وہ میرے لئے اہم ہے' ایڈم۔'' وہ اس کو دیکھتے ہوئے اب کے نرمی سے بولا۔'' وہ ہماری زندگی میں ایک غیر مطلوب اضافے کے طور پہ داخل ہوئی تھی مگر پھر اس نے میرا اتنا ساتھ دیا کہ میں خود کو اس کا مقروض سمجھنے لگا ہوں۔ وہ میرے لئے بہت اہم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ واپس آ جائے اور ایک صاف ستھری زندگی گزارے۔'' وہ سادگی سے کہہ رہا تھا۔'' بی این کا صدر ہونے کے باوجود مجھے اس کے گھر آتے ہوئے خود کو چھوٹا نہیں کرنا پڑتا' ایڈم۔ اس کو خط لکھنے سے میں چھوٹا نہیں پڑ جاؤں گا۔'' پھر پتلیاں سکوڑ کے ذرا تنقیدی نظروں سے اسے دیکھا۔'' تم بتاؤ' تم نے اسے ڈھونڈنے کے لیے کیا کیا؟''

''میں جانتا ہوں' وہ ٹھیک ہیں۔ اور انہیں کم از کم اس وقت میری پرواہ نہیں ہوگی۔ اور ابھی آپ کے اسپیکر فون پہ آپ کا دوست بھی تصدیق کر رہا تھا کہ وہ ملک سے باہر چلی گئی ہیں۔ وہ اپنی آزادی کی تلاش میں ہیں۔ اس لئے میں ان کے بارے میں نہیں' آپ کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

وان فاتح نے پہلے کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی اور پھر اسے دیکھا۔'' ابھی تمہارے سوال رہتے تھے؟''

ایڈم سامنے والے صوفے پہ آگے ہو کے بیٹھا اور اس کی آنکھوں میں غور سے دیکھا۔

''آپ ہمیشہ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس چھپانے کو کچھ نہیں ہے۔ میں آپ سے ایک سوال کا سچا جواب چاہتا ہوں۔''

فاتح بظاہر اطمینان سے اسے دیکھ رہا تھا مگر چہرے پہ ہلکی سی برہمی در آرہی تھی جیسے اسے خود کو یوں کٹہرے میں لانا پسند نہ آیا ہو مگر اپنا بزنس فیس قائم رکھے' اس نے حوصلہ افزاء انداز میں سر کو جنبش دی۔ وہ اب ایک رپورٹر تھا اور عین ممکن ہے کسی بٹن

کیمرے سے فاتح کی ویڈیو بنا رہا ہو۔

''کیا آپ کی کلائیڈ اینڈ لی یا کہیں اور.... کوئی آف شور کمپنی ہے؟''

پوچھتے ہوئے ایڈم کے ذہن میں تالیہ کا بتایا گیا نسخہ گونجا۔

(''اگر تم نے جاننا ہو کہ تمہارے سوال کے جواب میں سامنے والے نے جھوٹ بولا ہے یا سچ تو اس کا تعین اس کے ''ہاں'' یا ''نہیں'' سے مت کرنا۔ وہ انکار یا تصدیق کے ''بعد'' کیا کہتا ہے' وہ اہم ہوتا ہے۔''

''کیسے؟'' ایک زمانے میں کم علم اور سادہ سے ایڈم نے پوچھا تھا۔

''بہت سمپل۔ جھوٹا شخص جواب دے کر فوراً سے اگلا فقرہ اپنی صفائی میں بولے گا۔ مگر سچے آدمی کا اگلا فقرہ تمہاری ذات پہ سوال اٹھانے والا ہو گا۔ انسان کے پاس چھپانے کو کچھ نہ ہو تو وہ اپنی صفائی نہیں دیتا' دوسرے کے سوال کا سیاق و سباق جاننے کی کوشش کرتا ہے۔'')

ایڈم کے سوال پہ فاتح کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔

''نہیں۔ تمہیں ایسا خیال کیوں آیا کہ میرے پاس کوئی آف شور کمپنی ہو سکتی ہے؟''

وہ ایڈم کے سوال کا سیاق و سباق پوچھ رہا تھا۔

ایڈم نے گہری سانس خارج کی۔ ''یعنی آریانہ ہولڈنگ آپ کی نہیں ہے؟''

''واٹ آریانہ ہولڈنگ؟'' اس کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

ایڈم نے کوٹ کی جیب سے ایک پھولا ہوا لفافہ نکالا اور اس کی طرف بڑھایا۔ فاتح نے عینک نکال کے ناک پہ جمائی اور اس لفافے کے کاغذات کو کھولا۔ ابرو بھینچے اس نے پہلے تعجب اور پھر برہمی سے اس کاغذ کو پڑھا' پھر چشمے کے اوپر سے ایڈم کو دیکھا۔

''یہ کوئی مذاق ہے کیا؟''

''سر... یہ آپ کے نام' پاسپورٹ اور آپ کے دستخط سے بنائی گئی آف شور کمپنی ہے۔ کیا یہ آپ نے نہیں بنائی؟'' وہ امید اور خوف کے درمیان پوچھ رہا تھا۔

''واٹ ربش؟ میں نے کبھی ایسی کوئی کمپنی نہیں بنائی۔'' فاتح سیدھا ہو کے بیٹھا اور قدرے فکرمندی سے ان کاغذات کو کنگھالنے لگا۔ ''مجھے نہیں یاد کہ میں نے کبھی اس کمپنی کا نام بھی سنا ہو۔ یہ پیپرز تمہیں کہاں سے ملے؟''

ایڈم الجھ گیا مگر اس کے کندھوں سے بہت سا بوجھ اترنے لگا۔ وہ مختصر الفاظ میں ساری تفصیلات بتاتا گیا۔ فاتح نے

کاغذات میز پہ ڈالے' عینک تہہ کر کے جیب میں رکھی اور سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
''یہ کاغذات ابھی فارنزک میں دو تو جعلی ثابت ہو جائیں گے۔''
مگر ایڈم اب کسی اور نہج پہ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے کی تلخی عنقا ہو چکی تھی۔
''سر.... کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کسی نے آپ کے نام سے یہ کمپنی بنا دی ہو؟ یہ خاصی پرانی کمپنی ہے۔''
''ایسا کون کرے گا؟ اچھا اگر میرے جعلی دستخط بھی کوئی بنا لے تو کلائیڈ اینڈ لی کسی اور کو میرے نام سے کمپنی کیوں بنانے دے گی؟ بے ایمانی کی دنیا میں بھی کاروبار ایمانداری سے چلایا جاتا ہے۔''
''مگر سر.... صوفیہ رحمٰن کی کمپنی بنائی تو صوفیہ نے تھی مگر وہ اس کی بیٹیوں کے نام ہے۔'' ایڈم سوچ سوچ کے بول رہا تھا۔ ''تمام امراء اور روساء نے کمپنیز اپنے بیوی بچوں کے ناموں پہ بنا رکھی ہیں۔ کلائیڈ اینڈ لی کمپنی کے اصل مالک کا نام چھپا کے اس کے کسی فیملی ممبر کے نام سے کمپنی بنا دیا کرتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ....'' ایڈم نے احتیاط سے اس کا چہرہ دیکھا۔
''کمپنی کا اصل مالک آپ کا کوئی قریبی فیملی ممبر ہو۔''
''واٹ ربش۔ میرا کوئی فیملی ممبر ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔'' وہ جھڑک کے کہتا اٹھا اور تہہ شدہ کوٹ اٹھایا۔ ''اگر تمہیں یہ کاغذات پبلک کرنے ہیں تو شوق سے کرو۔ وان فاتح کے پاس چھپانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ کاغذات جھوٹے نکلے تو میں ان کے خلاف ملائیشیاء کے ہر کورٹ میں جاؤں گا۔'' وہ برہمی سے کہہ رہا تھا۔ ایڈم ساتھ ہی اٹھا۔
''سر.... مجھے یہ پبلک کرنے پڑیں گے مگر آپ ایک دفعہ مسز عصرہ سے پوچھ لیں۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے....''
فاتح نے ہاتھ اٹھایا تو ایڈم کی چلتی زبان رک گئی۔
''میری نرمی کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ' ایڈم۔'' پھر ایک ناگواری بھری نظر ان کاغذات پہ ڈالی۔ ''صوفیہ نے میرے خلاف جال بچھایا اور تم اس میں آ گئے۔ بہتر تھا کہ تم یہ وقت تالیہ کو تلاش کرنے میں صرف کرتے۔''
''وہ جہاں بھی ہیں ٹھیک ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کو نہیں خود کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اب بھی....'' ایڈم تلخی سے مسکرایا۔ ''اگر وہ ملک سے باہر چلی گئی ہیں وہ بھی ہمیں بتائے بغیر.... تو اس کا ایک ہی مطلب ہے۔''
وہ دونوں حالم کے لاؤنج میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ تناؤ کی کیفیت پھر سے در آئی تھی۔
''اور وہ کیا؟''
''یہی کہ مجھے اپنی کتاب پہ کام کرنا ہے.... اور آپ کو ان کاغذات کے مقابلے میں اچھا وکیل اور اچھا ڈیفنس اپنانے کی شدید ضرورت ہے کیونکہ رہیں بے تالیہ.... تو وہ....'' ایڈم کی مسکراہٹ زخمی سی نظر آنے لگی۔

''وہ نہیں جاننا چاہتیں کہ ان کے پیچھے کے ایل میں کیا ہو رہا ہے۔''

ایڈم کے الفاظ دل کو زخمی کرنے والے مگر طاقتور تھے۔ اتنے طاقتور کہ حالم کی داستان میں موجود کے ایل کے باب کو ان الفاظ نے کسی کتاب کی طرح ایک دم بند کر دیا..... یوں جیسے پڑھنے والے کے لئے اس باب میں سناٹا چھا گیا ہو۔

اندھیرا اور خاموشی' جو مجبور کر دے کہ کوالالپور اور اس میں رہنے والوں کی داستان کو وہیں چھوڑ کے تم قاہرہ میں آ جاؤ جہاں.....ایڈم اور فاتح کی اس گفتگو سے اگلے روز.....تپتی دوپہر میں ایک کار مکینک کے سامنے کھڑی تالیہ مراد کہہ رہی تھی کہ ان دونوں کو ایک کتاب چرانی ہے۔

وہ بھی ایک رائٹر کے دماغ سے۔

☆☆==========☆☆

دھوئیں کی دیوار چھٹی تو تالیہ نے پہلی دفعہ اس کا چہرہ دیکھا۔

مکینک آستین کہنیوں تک موڑے' داغدار شرٹ پہنے کھڑا تھا۔ وہ دراز قد اور صاف رنگت کا آدمی تھا البتہ چہرے' گردن اور ہاتھوں پہ جگہ جگہ کالک کے نشان لگے تھے۔ پی کیپ نے ماتھے پہ سایہ کر رکھا تھا البتہ کنپٹی پہ زخم کا ایک پرانا نشان جو غالباً کسی سرجری کی نشانی تھا' واضح نظر آتا تھا۔ اس کی بھوری آنکھیں بہت گہری تھیں اور وہ ان میں شک و شبہ بھرے اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے اندر تک اترنے کی سعی کر رہا ہو۔

حالم کو قاہرہ کا مکینک پہلی ہی نظر میں شدید ناپسند آیا تھا۔

''کسی کے دماغ سے کتاب کون چرا سکتا ہے؟'' وہ اکھڑے اکھڑے انداز میں کہتے ہوئے جھکا اور زمین پہ رکھا کوئی پائپ ہٹایا۔ پائپ تالیہ کے پیروں سے لگا تو اسے معلوم ہوا کہ اس تنگ گزر گاہ میں وہ پائپ رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ وہ پیچھے ہٹی تو مکینک نے فرنٹ ڈور بند کر دیا۔ راستہ کھل گیا۔ مگر اس نے تالیہ کو آگے آنے کی دعوت نہیں دی۔ بس ایک باکس اٹھا کے بونٹ کے ساتھ چوکی پہ رکھا اور اس کا ڈھکن کھولا۔ پی کیپ والا سر اب جھک چکا تھا۔

''اگر کوئی اور چرا سکتا تو میری وزیر اعظم کو میری ضرورت نہ پڑتی۔'' وہ سینے پہ بازو لپیٹے تیکھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اب باکس میں ٹولز ڈال رہا تھا۔ جھکے سر کے ساتھ شانے اچکائے۔

''خیر۔ کون ہے وہ رائٹر؟''

تالیہ نے گردن موڑ کے ارد گرد دکانوں کو دیکھا جہاں اوزاروں اور گاہکوں کی آوازوں نے شور برپا کر رکھا تھا۔

''جب تم مناسب جگہ پہ آؤ گے اور ہم کام شروع کریں گے تو بتا دوں گی۔ فی الحال.....''

''اور میری فیس کتنی ہوگی؟'' اس نے باکس بند کیا اور سر اٹھا کے تالیہ کو سنجیدگی سے دیکھا تو لمحے بھر کو وہ چپ رہ گئی۔

(یہ فیس بھی لے گا اب؟)

''احمد نظام صاحب نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تھا تا کہ تم غیر مشروط طور پہ میری مدد کرو اور اس جاب کو کامیاب بناؤ اور......''

''فیس ایڈوانس ہوگی۔'' وہ باکس اٹھا کے مڑا اور اندر دکان کی طرف چلا گیا۔

اس نے مٹھیاں ضبط سے بھینچیں۔ ماتھے پہ بل پڑ گئے۔ وہ کار کی سائیڈ سے نکل کے آگے آئی تو راستہ کھلا ہو گیا۔ سامنے دکان کا احاطہ تھا جہاں دیواروں پہ جگہ جگہ اوزار لگے تھے اور سپئیر پارٹس کھلے پڑے تھے۔ موبل آئل کی بُو اور کالک ہر جگہ تھی۔

''دیکھو اس کام میں جو خرچہ آیا وہ میں اٹھاؤں گی مگر احمد نظام نے کہا تھا کہ تم بغیر فیس کے کام کرو گے کیونکہ وہ میرے مقروض ہیں۔''

''میں نہیں ہوں۔ مجھے یہ فیس چاہیے ہوگی۔'' اس نے باکس رکھا اور جیب سے ایک وزیٹنگ کارڈ جتنا کاغذ نکال کے اس کی طرف بڑھایا۔ سفید موٹے کاغذ پہ پہلے سے ایک رقم لکھی تھی۔

(ارے واہ۔ یہ تو تیار بیٹھا تھا۔)

تالیہ نے کاغذ کو اوپر کر کے روشنی میں پڑھا۔ دکان کے اندر اندھیرا اور کالک تھی۔ دھوپ پیچھے سے آ رہی تھی۔ رقم کے حروف نمایاں ہوئے تو تالیہ کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوا۔

''اتنی فیس لے کر کیا کرو گے تم؟''

''دنیا میں کچھ بھی مفت نہیں ملتا۔'' رکھائی سے کہہ کے وہ مڑا اور دیوار تک گیا۔ پھر جھک کے ایک پیچ کس اٹھایا۔

تالیہ نے گہری سانس لی اور چٹ مٹھی میں دبالی۔

''خیر۔ میں یہ رقم تمہیں دے دوں گی۔ ایڈوانس کب تک چاہیے؟''

''ہر روز۔ کام شروع کرنے سے پہلے۔'' اس نے جھک کے ایک ڈبے کا پیچ کھولتے ہوئے کہا تو تالیہ کا دماغ بھک سے اڑا۔ اس نے دوبارہ سے اس چٹ کو پڑھا۔ ''یہ پورے کام کی فیس ہے یا یومیہ اجرت؟''

آنکھیں نکال کے بے یقینی سے اس کی پشت کو دیکھا۔

اس سوال پہ وہ رکا' پھر آہستہ سے سیدھا ہوا اور مڑ کے اتنی ہی حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا جو دھوپ میں کھڑی تھی۔

''یومیہ اجرت؟ مادام میں گھنٹوں کے اعتبار سے کام کرتا ہوں۔ یہ ایک گھنٹے کی اجرت ہے مادام۔ میں ایک دن میں تین

سے چار گھنٹے دے سکتا ہوں تمہارے کام کو۔اس سے زیادہ نہیں۔'' رکھائی سے کہہ کے وہ واپس اپنے باکس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

تالیہ کا چہرہ سرخ پڑنے لگا۔اس نے اس چٹ پہ لکھی رقم کو دوبارہ گھورا'ذہن میں ضرب تقسیم کیا اور پھر.....غصے سے اس چٹ کو مروڑ دیا۔

''میرے پاس ملاکہ سلطنت کے خزانے نہیں ہیں جو میں یہ رقم تمہیں دے سکوں۔اور مجھے کیا معلوم تم کسی اہل بھی ہو یا نہیں؟ کرتے کیا ہو تم؟اسکامر ہو؟چور ہو؟کیٹ برگلر؟یا سراغ رساں؟''

وہ اب پنجوں کے بل زمین پہ بیٹھا دو انگلیوں سے پیچ کھول رہا تھا۔اس سوال پہ ذرا سے شانے اچکائے۔

''کہا نا۔مکینک ہوں۔''

''گڈ۔تمہیں تمہاری یہ ورک شاپ مبارک ہو۔میں اپنا کام خود کر سکتی ہوں۔فی گھنٹہ اجرت'مائی فٹ۔'' پیر پٹخ کے مڑی۔

''تم بھی تو فی گھنٹہ اتنی ہی فیس لیتی ہو'حالم۔''اس نے پیچ کس رکھا اور اٹھا۔

تالیہ اپنی جگہ ٹھہر گئی اور پھر دھیرے سے مڑی۔

وہ اب کونے میں بنے سنک کی طرف بڑھ گیا تھا۔وہ ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنا کے غور سے اس کی پشت کو دیکھنے لگی۔

مکینک نے ٹوپی اتار کے ایک طرف رکھی' تیز دھار نل کھولا اور سر جھکا کے منہ پہ پانی ڈالا'پھر ہاتھ دھونے لگا۔پانی کی آواز سارے شور پہ حاوی ہونے لگی۔

وہ کچھ دیر تک نہ بولی تو جہان نے سر اٹھا کے آئینے میں اس کا چہرہ دیکھا۔

''اس رقم کو اپنے ملک کی کرنسی میں تبدیل کرو تو یہ حالم کی فی گھنٹہ اجرت کے برابر بنتی ہے۔اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو؟''

گدلے آئینے میں نظر آتے تالیہ کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

''اوہ۔تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھے حیران کر رہے ہو۔غلط۔تم میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو گے۔مگر....تم'مجھے'نہیں جانتے۔''

جہان نے ساتھ رکھا رومال اٹھایا اور ہاتھوں کی گیلی کالک کو اس سے پونچھتا تالیہ کی طرف گھوما۔

''میں اتنا جانتا ہوں کہ صوفیہ رحمٰن نے تمہیں لامحدود فنڈز دیے ہیں۔جب اس رقم پہ راضی ہو جانا تو مجھے کال کر لینا۔کیونکہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے اور میں بغیر فیس کے کام نہیں کروں گا۔''وہ رومال سے اب پوروں پہ لگی کالک رگڑ

کے اتار رہا تھا۔

''کیونکہ تم ایک غریب مکینک ہو؟''

''وہ تو تمہیں نظر آ رہا ہے۔'' تالیہ کی آنکھوں میں غور سے دیکھتے ہوئے جہان نے کندھے اچکائے۔

''میں بتاؤں مجھے کیا نظر آ رہا ہے' انچے جہان؟''

اس نے استہزائیہ ابرو اٹھائی اور پھر آنکھوں میں چمک لئے مسکرائی۔

''مجھے ایک ایسی دکان نظر آ رہی ہے جو تم نے شاید کل ہی کھولی ہے۔'' چہرہ گھما کے اطراف کا سرسری سا جائزہ لیا۔''اپنا نیا کور بنانے کے لئے ایک ہی دن میں تم نے اچھی دکان سیٹ کر لی ہے' کسی کی کھٹارا گاڑی بھی کھڑی کر دی' چند جعلی گاہک بھی بلا لئے (ہاتھ سے دور کھڑے ایک دوسرے مکینک سے مخاطب آدمی کی طرف اشارہ کیا۔) اردگرد کے دکانداروں کو پیسے دے کر یہ بھی کہہ دیا ہوگا کہ کسی کو بتانا نہیں کہ یہ دکان کل ہی کھولی گئی ہے کیونکہ تم نہیں چاہتے کہ ملائیشیاء سے آئی لڑکی کو تمہارا اصل پیشہ معلوم ہو مگر اتنا اچھا کور نہیں بنایا تم نے۔ سوری....'' وہ ہمدردی سے کہہ رہی تھی اور وہ ہاتھ صاف کرتے ہوئے چپ چاپ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں اگر تمہاری جگہ اس شاپ کو آٹو ورکشاپ بناتی تو تمہاری طرح جگہ جگہ سے دیواریں کالی نہ کرتی۔ اصل ورکشاپ کی دیواروں کی کالک نیچے سے اوپر تک آتی ہے۔ نیچے سب سے زیادہ سیاہی۔ اوپر آتے آتے تک وہ ہلکی ہو جاتی ہے۔ اور عموماً آدھی دیوار تک ختم ہو جاتی ہے۔ اور ہاں اگر تم روز اسی ورکشاپ میں کام کرتے تو تم نے سنک کے ساتھ کیپ لٹکانے کے لیے کھونٹی بنائی ہوتی کیونکہ تمہیں دن میں کئی دفعہ منہ دھونا پڑتا ہوگا۔ اٹل۔ نائس ورک۔ رہی بات فیس کی تو میرے ساتھ احمد نظام نے فیس کی بات نہیں کی تھی۔ میں تمہارے بغیر بھی یہ کام کر لوں گی۔''

چٹ کو مٹھی میں مروڑتے ہوئے وہ پیر پٹخ کے مڑ گئی۔

''شیور۔ بائے۔'' وہ آدمی شرمندہ ہوئے بغیر ہاتھ رومال سے رگڑتے ہوئے اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی آگے چلتی جا رہی تھی۔ اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہ تھی۔ وہ خود یہ کام کر لے گی۔

دکانوں کا شور دور ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اندھیرے سے نکل کے دھوپ سے روشن سڑک پہ آگے بڑھ رہی تھی۔

☆☆=========☆☆

تالیہ ہوٹل کے کمرے میں واپس آئی تو جھنجھلاہٹ سے برا حال تھا۔ اس نے دروازہ بند کیا' جوتے ایڑیوں سے رگڑ کے اتارے' پھر اسی برہمی سے پرس اور چابیاں پرے پھینکیں' اور خود غصے سے صوفے پہ ڈھیر ہو گئی۔

ایک تو گرمی اور اوپر سے اس مکینک کی باتوں نے اسے تپا دیا تھا۔ اسے احمد نظام کی پیشکش قبول ہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ وہ تالیہ مراد تھی۔ اسے کسی کی مدد نہیں چاہیے تھی۔ نیا ملک ہے تو کیا ہوا وہ خود ہی کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گی۔

کچھ دیر وہ اسی طرح بیٹھی رہی یہاں تک کہ اندر کا شور تھما تو کمرے کی خاموشی سنائی دینے لگی۔

اتنی خاموشی' اتنی ویرانی کہ تالیہ کا دل ہولنے لگا۔

اس نے صوفے پہ نیم دراز ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی آن کیا۔ اسکرین روشن ہوئی اور ایک آدمی عربی میں خبریں پڑھتا نظر آیا۔ چند چینل سرف کیے تو یہ برقی شور دماغ پہ ہتھوڑے کی طرح برسنے لگا۔ تالیہ نے اکتا کے ٹی وی بند کیا۔

پھر سے وہی خوفناک خاموشی چھا گئی۔

وہ اجنبی ملک میں اکیلی بیٹھی تھی۔

اس نے موبائل نکالا اور اسکرین روشن کی۔ واٹس ایپ آف تھا مگر ای میل آن تھی۔ داتن' ایڈم اور فاتح کی الگ الگ ای میلز آئی ہوئی تھیں۔ اس نے پڑھے بغیر ان کو ڈیلیٹ کر دیا تاکہ وہ اس کو نظر نہ آئیں اور یہ کرتے ہوئے چہرے پہ پتھر ملے تاثرات چھا گئے تھے۔

ایک دفعہ پھر کمرے کی خاموش دیواریں اس کو گھورنے لگیں۔ وہ میز پہ پیر رکھے' سینے پہ بازو لپیٹے' صوفے پہ نیم دراز چھت کو دیکھنے لگی۔

اب وہ کیا کرے؟ وہ یہاں کسی کو نہیں جانتی تھی اور یہ مکینک بھی ہاتھ سے گیا۔ اسے ایک دم پھر سے اس پہ غصہ آیا۔

پیسے چاہیے ہیں اس کو؟ وہ بھی اتنے سارے؟ دے ہی نہ دوں میں اتنے پیسے۔ ہونہہ۔ اتنے داؤ پیچ ڈال کے اس نے مجھے اپنا پتہ بتایا اور جاتے جاتے ساتھ اتنی آسانی سے رقم لکھ کے پکڑا دی۔ نہ کام کی نوعیت جانی' نہ کچھ اور.....

مگر اتنی آسانی سے کیوں؟ وہ تو ہر بات کو کوڈز کی صورت لکھنے والا آدمی معلوم ہوتا تھا..... پھر؟

وہ دھیرے سے سیدھی ہوئی۔ ذہن میں کوئی گھنٹی بجی تھی۔

تالیہ نے جلدی سے بیڈ پہ گرا پرس اٹھایا اور اندر ہاتھ ڈال کے وہ مڑی تڑی پرچی نکالی۔ وہ اسے ٹھیک سے موڑ نہیں سکی تھی اسی لئے پرس میں پھینک دیا تھا۔

مگر وہ اسے ٹھیک سے کیوں نہیں موڑ سکی تھی؟ ہاتھ پہ کاغذ کی سختی کا تاثر ابھی تک قائم تھا۔ مگر کیا وہ صرف کاغذ تھا؟

اس نے موٹے گتے کا کارڈ سیدھا کیا۔ پھر اوپر اٹھا کے روشنی میں دیکھا۔ پرچی کے وسط میں کاغذ کی تہوں میں کچھ چھپا تھا۔

تالیہ کے چہرے پہ مسکراہٹ در آئی۔ یعنی اس مکینک کو پیسے نہیں چاہیے تھے۔ وہ خاموشی اور راز داری سے اس کو کوئی دوسرا پیغام پہنچانا چاہتا تھا۔ اس نے آہستہ سے کاغذ پھاڑا اور دو تہیں الگ کیں۔ اندر ناخن برابر چھوٹا سا سم کارڈ تھا۔ نینو کارڈ۔

وہ کھلے دل سے مسکرا دی۔ ایک دم وہ کم برا لگنے لگا تھا۔

(جب اس رقم پہ راضی ہو جاؤ تو مجھے کال کرنا۔)

کچھ دیر بعد وہ نیا فون خرید کے لائی اور اس نینو سم کارڈ کو اندر ڈالا۔ اندر ایک ہی نمبر محفوظ تھا۔ تالیہ نے اس پہ کال کی۔

''یہ نیا فون ہے نا؟'' رابطہ ملتے ہی اس آدمی کی خشک مگر بھاری آواز کانوں سے ٹکرائی۔

''ہاں۔'' وہ بیڈ پہ آلتی پالتی کیے بیٹھی، گود میں کشن رکھے ہوئے تھی۔

''اپنی گورنمنٹ کے دیے گئے کریڈٹ کارڈ سے خریدا ہے؟'' وہ مشکوک تھا۔

تالیہ نے گہری سانس لی۔ ''اتنی عقل ہے مجھ میں اُنچے (مسٹر)۔ اگر تم نے مجھے دوسری سم دی ہے تو اس لئے کیونکہ پچھلی ٹریک کی جا رہی تھی۔ اس لیے نیا فون خرید کے نہیں چرا کے لائی ہوں۔ نہ ریکارڈ نہ کوئی مسئلہ۔''

''گڈ۔ اب اپنے حکومتی ہینڈلر سے رابطہ کرو۔ پرانے فون سے اور اس کو ڈراؤ دھمکاؤ جو بھی کرو مگر اس کو کہو کہ تمہارے ہوٹل کی لابی میں اس وقت جو سفید اسکرٹ والی عورت بیٹھی ہے اور جو ساری دوپہر تمہارا پیچھا کرتی رہی ہے' اس کو تمہارے تعاقب سے ہٹا دیں۔ میں نہیں چاہتا تمہاری وجہ سے کوئی میرا تعاقب کرے۔''

''اس کی اسکرٹ زرد تھی' سفید نہیں۔''

''گڈ۔ میں صرف چیک کر رہا تھا کہ تم نے اسے نوٹس کیا یا نہیں۔''

''نوٹس کیا تھا۔ تبھی تو بازار میں اس کو ڈچ کر دیا تھا۔ وہ تمہاری دکان تک نہیں آئی تھی۔''

''جانتا ہوں۔ بہر حال اپنے ہینڈلر کو کال کرو اور اپنے پیچھے سے اس ٹیل کو ہٹواؤ۔ پھر ہم کام شروع کریں گے۔''

''شیور۔ کوئی اور حکم؟'' وہ طنز سے بولی مگر وہاں سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ تالیہ کا موڈ ایک دم ہی اچھا ہو گیا۔ وہ تنہا نہیں تھی۔ اور اب وہ اس کام کو جلد سے جلد مکمل کر کے یہاں سے جا سکے گی۔

''دولت صاحب۔ کیسے مزاج ہیں۔'' تھوڑی دیر بعد وہ گود میں تکیہ رکھے خوش مزاجی سے فون پہ کہہ رہی تھی۔

''اچھا ہوں۔ آپ بتائیں۔ کام ہو رہا ہے؟''

''کام تو تب ہو گا جب آپ کے لوگ اتنے اعلانیہ طریقے سے میرا تعاقب نہیں کریں گے۔'' وہ مسکرا کے انگلی پہ سیاہ لٹ لپیٹتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ ''دیکھیں' آپ کو میرا تعاقب کرنا ہے تو شوق سے کروائیں۔ نہ میں نے بھاگنا ہے نہ مجھے کسی کا ڈر

ہے۔لیکن تعاقب کار اگر میری نظر میں آ سکتے ہیں تو کسی اور کی نظر میں بھی آ سکتے ہیں۔یوں میرا کور خراب ہوگا اور وہ ٹارگٹ کو علم ہو جائے گا۔باقی مجھے آپ آرام سے فالو کریں۔مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔بس مجھے کوئی اپنے پیچھے نظر آیا تو میں نے یہ کام چھوڑ کے غائب ہو جانا ہے۔پھر کون ہیک کرے گا ٹارگٹ کا ذہن؟"

"میں ....سوری....یہ بس معمول کے پروٹوکولز ہوتے ہیں۔ڈونٹ وری اب کوئی آپ کا تعاقب نہیں کرے گا۔" وہ شرمندگی سے معذرت کر رہا تھا۔

"کہہ دیا ان کو کہ میرا تعاقب نہ کریں۔" تھوڑی دیر بعد وہ فون پہ کہہ رہی تھی۔" مگر ہم دونوں جانتے ہیں کہ....."

"کہ وہ تمہارا تعاقب قبر تک نہیں چھوڑیں گے' حالم۔گورنمنٹ کے لئے کام کرنے سے پہلے تمہیں یاد رکھنا چاہیے تھا کہ نہ وہ تمہیں کبھی معاف کریں گے' نہ تم سے کام لینا چھوڑیں گے۔" وہ رکا۔"سنولڑکی...ابھی بھی چانس ہے۔بھاگ جاؤ۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔یہ بتاؤ کہ تم میری مدد کیسے اور کب کرو گے۔" وہ رکھائی سے بولی۔جواب میں اس نے گہری سانس لی۔

"تمہارے تعاقب کار تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اس لیے تمہیں آج اپنا ہوٹل بدلنا ہوگا۔اب وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے ہدایات دے رہا تھا اور وہ قدرے ناگواری سے سن رہی تھی۔اسے ڈکٹیشن پسند نہیں تھی مگر مجبوری تھی۔

☆☆=========☆☆

رات گہری ہو رہی تھی اور قاہرہ کے اس شاندار سے ہوٹل کی روشنیاں تیز ہو چکی تھیں۔ہوٹل کی کئی منزلہ بلند عمارت سبزہ زار پہ کھڑی تھی اور اس کے سامنے کھجور کے درختوں کی باڑ بنی تھی جس کے آگے سوئمنگ پول تھا۔

نیلے پانیوں کے اس تالاب کے چاروں طرف لیٹنے کے لیے چیز (آرام کرسیاں) رکھے تھے۔تالاب کی دوسری جانب گھاس پہ اوپن ایئر ریستوران تھا۔قطاروں میں میزیں لگی تھیں اور ان کے گرد ہوٹل میں ٹھہرے مہمان بیٹھے رات کا کھانا کھانے میں مصروف تھے۔باربی کیو کی خوشبو سارے میں پھیلی تھی اور رات کے باعث موسم بھی خوشگوار ہو چلا تھا۔

ایسے میں کھلے آسمان تلے بچھی میزوں میں سے ایک پہ تالیہ بیٹھی تھی۔تھوڑی تلے مٹھی جمائے وہ گردن موڑ کے تالاب کو دیکھ رہی تھی جس کا نیلا پانی عمارت کی روشنیوں میں چمک رہا تھا۔تالیہ کی نظریں تالاب سے اٹھیں اور کھجور کے درختوں کی باڑ پہ جم گئیں جو تالاب اور ہوٹل کی عمارت کے درمیان حائل تھے۔

سامنے والی کرسی کے کھینچے جانے کی ہلکی سی آواز آئی تو اس نے چونک کے گردن موڑی اور سیدھی ہوئی۔

وہ بنا آہٹ کے جانے کب آیا تھا اور اب کرسی پہ کھینچ رہا تھا۔ پی کیپ سے ماتھے پہ سایہ کیے وہ بھوری آنکھوں والا وجیہہ صوت آدمی سامنے والی کرسی پہ بیٹھا اور ٹانگ پہ ٹانگ جمالی۔ اس نے موسم کی مناسبت سے ہلکی جیکٹ پہن رکھی تھی جس کے آستین پیچھے کو چڑھے تھے۔

''آر یو شیور کوئی تمہارا پیچھا نہیں کر رہا؟''

''میں نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا ہے اور جس طرح نکلی تھی' میرا نہیں خیال کوئی مجھے ڈھونڈ سکے گا۔ یہاں کمرہ لیتے وقت بھی دوسری شناخت استعمال کی ہے۔ ویسے بھی یہ میری پردھان منتری کا ذاتی کام ہے۔ وہ وائٹ کالر کرمنل ہیں۔ دو چار سے زیادہ لوگوں کو میرے تعاقب میں نہیں لگا سکتیں نہ ہی حکومتی مشینری استعمال کر سکتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی میرا پیچھا کر بھی رہا ہے تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔'' گلابی سکرٹ بلاؤز اور سفید ہیٹ والی لڑکی بے پرواہ لگتی تھی۔ اس کے چہرے پہ صرف سادگی تھی۔ ہاتھ' گردن' اور کان کسی بھی زیور سے خالی تھے۔ وہ انگوٹھی بھی ندارد تھی۔ جہان نے چند لمحے اس کے چہرے کا مطالعہ کیا اور پھر گویا ہوا۔

''اینی ویز... کام کیا ہے؟ کون سی کتاب چرانی ہے اور کہاں سے؟''

وہ غور سے اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ اس کی کنپٹی پہ موجود زخم کا نشان' عمارت سے آتی پیلی روشنیوں میں واضح دکھائی دیتا تھا۔ تالیہ ذرا کھنکھاری۔

''سب سے پہلے تو میری مدد کے لئے شکریہ۔''

جہان نے کندھے اچکائے۔ ''تمہارا بھی شکریہ۔''

وہ جو بات آگے بڑھانے لگی تھی' رک کے اسے دیکھنے لگی۔ ''میرا شکریہ کیوں؟''

''میری یومیہ اجرت پہ راضی ہونے کے لئے۔''

تالیہ مراد کے کندھے سیدھے ہوئے۔ آنکھیں پوری کھلیں۔

''وہ... وہ رقم؟ وہ جو تم نے کاغذ پہ لکھی تھی؟ وہ اب بھی چاہیے تمہیں؟'' دماغ بھک سے اڑا۔

''اگر تمہیں نہیں دینی تھی تو تم نے مجھے کال کیوں کی؟''

''کیونکہ تم نے مجھے اس چٹ میں نئی سم ڈال کے دی تھی۔''

''ہاں اور میں نے کہا تھا کہ اگر اس رقم پہ راضی ہو جاؤ تو مجھے کال کر لینا۔ جو کہ تم نے کر لی۔ اس لئے میں وقت نکال کے آیا ہوں تمہارے پاس۔'' ساتھ ہی مصروف انداز میں کلائی کی گھڑی دیکھی اور پھر نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''اگر تمہیں منظور

نہیں ہے تو میں چلا جاتا ہوں۔"

وہ دانت پہ دانت جمائے چند لمحے اس کو دیکھتی رہی۔

"وہ بہت بڑی رقم ہے۔"

"کام چھوٹا ہے کیا؟" وہ مسلسل بند لبوں سے منہ ہلاتے ہوئے چیونگم بھی چبا رہا تھا۔

تالیہ نے گہری سانس لی اور اندر ابلتے غصے کو بمشکل واپس دبایا۔

"میں تمہیں اس سے ذرا کم رقم دے سکتی ہوں۔"

"Not a penny more, not a penny less."

اس نے رکھائی سے بات کاٹی تو تالیہ نے دوبارہ گہری سانس لی۔

"ٹھیک ہے۔ مگر پہلے مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو؟" اب کے وہ مشکوک نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ "چور ہو؟ یا اسکامر؟ یا کوئی کرائے کے قاتل؟ یا گینگسٹر؟"

"کتنی دفعہ بتایا ہے کہ مکینک ہوں۔ لکھ کے دوں کیا؟" چڑچڑا سا جواب آیا۔

"اچھا۔" تالیہ نے مشروب کا گلاس اٹھا کے گھونٹ بھرا اور پھر اسے واپس رکھا۔ رات کی برقی روشنیوں میں وہ دونوں ٹھنڈی ہوا میں تالاب کے کنارے میز پہ آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"مان لیا۔ مگر مجھے یہ بھی دیکھنا ہے کہ تم میرے کام آ سکتے ہو یا نہیں۔ اس لیے یہ بتاؤ کہ تم کیا کرنا جانتے ہو؟"

"I Fix Things" وہ اس سے نظریں ہٹائے بغیر بولا۔

"ہوں۔ صرف چیزیں؟"

"چیزیں۔ مسئلے۔ لوگ۔" کندھے اچکائے۔

"اور اس سے پہلے تم کتنے قابل ذکر کام کر چکے ہو؟"

"سوری مگر کیا یہ جاب انٹرویو ہے؟" ناگواری سے ماتھے پہ بل پڑے۔

"یومیہ اجرت تو جاب کی ہی ہوتی ہے۔" جتا کے بولی۔

"گرل.... اگر تمہیں میری مدد چاہیے تو میری قابلیت پہ بھروسہ رکھو۔"

"گرل؟" تالیہ نے دونوں ابرو اٹھا کے اس کے انداز تخاطب پہ تعجب ظاہر کیا۔ جواب میں اس نے شانے اچکائے۔

"تمہارے اپنے ملک میں بہت سے نام ہیں۔ مجھے کیا معلوم کہ کون سا اصلی ہے۔ خیر۔ کام بتاؤ" اس نے سنجیدگی سے

یاد دلایا تو تالیہ نے گہری سانس لی اور ہلکی سی مسکرائی۔اس کی آنکھیں چمکیں۔اس لمحے ان کی چمک تالاب کے نیلے پانی سے زیادہ تھی۔

”ہمیں ایک رائٹر کے ذہن سے ایک کتاب کو چرانا ہے۔ایسے کہ وہ اسے بھول جائے اور کبھی لکھ نہ سکے۔اور یہ کتاب لکھے جانے سے پہلے ہی مر جائے۔“

”انٹرسٹنگ۔اور یہ کس طرح کی کتاب ہے؟“ جہان کی آنکھوں میں دلچسپی اور تجسس ابھرا۔

”سیاست میں دو طرح کی کتابیں ہی تہلکہ مچاتی ہیں۔ایک وہ جیسی ایڈم بن محمد لکھتا ہے۔حکمرانوں کی کرپشن کو بے نقاب کرنے والی۔اور دوسری وہ جو سیاستدان کی ایکس وائف لکھتی ہے۔اسکینڈلز اور سنسنی سے بھرپور جو......“

”نیلوفر بخت ......تم نیلوفر بخت کے پیچھے آئی ہو یہاں!“ وہ بات کاٹ کے کراہا جیسے یہ خیال پہلے نہ آنے پہ غصہ آیا ہو۔”ظاہر ہے تمہاری وزیراعظم نے تمہیں اسی کے لیے یہاں بھیجا ہوگا۔میں سمجھا تھا کوئی سرکاری کام ہوگا۔“اس نے اثبات میں سر ہلایا جیسے ساری بات سمجھ میں آ گئی ہو۔”مگر کیا یہ سچ ہے کہ نیلوفر بخت واقعی کتاب لکھ رہی ہے؟“

”ہاں۔صوفیہ رحمٰن کی سوتیلی ماں نیلوفر بخت کتاب لکھ رہی ہے داتو سری عبدالرحمٰن کے خلاف اور وہ اسے الیکشن کیمپئین شروع ہونے سے پہلے مارکیٹ میں لائے گی تاکہ...“

”تاکہ اس کتاب کے ذریعے صوفیہ رحمٰن کے خاندان سے لوگوں کو بدظن کیا جائے۔“

”تم بار بار میری بات کیوں کاٹ رہے ہو؟“

”تم بار بار دائیں طرف کیوں دیکھ رہی ہو؟“وہ دوبدو بولا تو تالیہ نے ناگواری سے سر جھٹکا اور بات جاری رکھی۔(اب کی دفعہ لہجہ دوستانہ نہیں تھا۔)

”تم جانتے ہی ہو گے کہ نیلوفر بخت عمر میں صوفیہ جتنی ہی ہوگی۔اس کی آٹھ نو برس پہلے عبدالرحمٰن صاحب سے طلاق کے بعد تین سالہ شادی شدہ زندگی ختم ہوئی تھی۔نیلوفر پہلے اٹلی چلی گئی اور پھر مصر آ گئی۔اس کا منہ بند رکھنے کے لئے داتو سری عبدالرحمٰن اس کو سالانہ بھاری رقم دیتے تھے۔مگران کے انتقال کے بعد جب صوفیہ کو معلوم ہوا کہ اس کا باپ اس عورت کے ہاتھوں بلیک میل ہوتا تھا تو اس نے وہ پیسے بند کروا دیے۔نیلوفر ان پیسوں کے علاوہ بھی متعدد حکومتی فیورز لیتی رہی تھی کیونکہ اس کے پاس ایک ترپ کا پتہ تھا۔“

”صوفیہ کے باپ کے ساتھ گزرے تین سال۔آئی گیٹ اٹ۔“وہ ان تفصیلات سے بور ہونے لگا تھا مگر تالیہ نے بات جاری رکھی۔

''بالکل۔اس کے پاس ان تین سالوں کی یادیں تھیں اور وہ ایک کتاب لکھ کے عبدالرحمن پہ کیچڑ اچھال سکتی تھی۔لوگ یقین کریں یا نہ کریں' ایسی کتابیں عزتیں اچھالتی ہیں اور اسکینڈل بنتے ہیں۔عبدالرحمن یہ نہیں چاہتے تھے اس لئے اس سے ڈرتے رہے مگران کی موت کے بعد نیلوفر کو پیسے دینے کا سلسلہ رک گیا۔صوفیہ اور نیلوفر کے درمیان اتنی نفرتیں حائل تھیں کہ وہ اس عورت کو ایک پائی دینے سے بھی انکاری رہی۔نیلوفر نے پہلے بہت شور مچایا پھر خاموشی اختیار کرلی۔دو سال پہلے اس نے ایک کتاب لکھنی شروع کی اور اب تین چار ماہ قبل اس نے اپنے دوستوں کے سرکل میں اس بات کو ظاہر کیا کہ اگلے ماہ جب الیکشن کمپین شروع ہوگی' وہ اپنی کتاب کو منظر عام پہ لا کے صوفیہ کو تباہ کردے گی۔''

''ہوں۔تو صوفیہ کیا چاہتی ہے؟''

''یہی کہ میں اس کتاب کو اس کے ذہن سے یوں چراؤں کہ وہ اسے کبھی لکھ نہ سکے اور اس کا منہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔''

''تو صوفیہ اسے گولی مروا دے۔سمپل۔''

جواب میں تالیہ نے ناراضی نظروں سے اسے گھورا۔

''صوفیہ رحمن سیاستدان ہے۔قاتل نہیں۔اسے اپنے ہاتھ صاف رکھنے ہیں۔''

''کیوں؟اس نے اپنے مخالف سیاستدان کی بیٹی کو بھی تو مروایا تھانا'' وہ شانے اچکا کے بولا تو تالیہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔

''وہ صرف ایک الزام ہے مگر دیکھو اس کی سزا وہ ابھی تک بھگت رہی ہے۔ایک اور قتل اپنے سر کیوں لے؟''

''ہوں۔انٹرسٹنگ۔لیکن تم تو اس کے مخالف کیمپ سے ہو۔تم اس کی مدد کیوں کررہی ہو؟''

تالیہ کے چہرے پہ ایک دم برہمی ابھری۔

''میں کسی کے کیمپ میں نہیں ہوں۔'' وہ تیزی سے بولی۔''میں صرف اپنی مدد کررہی ہوں۔''

ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھے جہان نے غور سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''شاید تم اپنے لیڈر سے ناراض ہو۔میرا مشورہ مانو تو اس کتاب کو آنے دو۔تمہارا لیڈر آسانی سے جیت جائے گا اور تم خود....'' تھوڑی کھجاتے ہوئے سوچا۔''....تم بھاگ جاؤ اور اپنی جان بچاؤ۔رہی نیلوفر تو وہ کسی صورت کتاب نہیں روکے گی۔''

''کیا میں نے تم سے مشورہ مانگا ہے؟''

جہان نے شانے اچکائے۔''مفت تھا۔''

''تم بتاؤ تم میری مدد کرو گے یا میں خوامخواہ تمہیں برداشت کررہی ہوں؟'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

اس نے گہری سانس لی اور تالاب کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ویل .... مجھے اور تمہیں کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔صوفیہ رحمٰن کو چاہیے کہ نیلوفر کو پیسے دے دے۔''

''اب دیر ہو چکی ہے۔اس نے خاندان والوں کے سمجھانے پہ ایک دفعہ کوشش کی لیکن نیلوفر بخت کی نفرت بہت بڑھ چکی ہے۔اگر دوبارہ آفر کی تو نیلوفر اس آفر کو سرِ عام ایکسپوز کر کے ظاہر کرے گی کہ اس کا منہ بند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔یوں لوگ مزید اس کی کتاب کا یقین کریں گے۔''

''تو اس کو ڈرائیں۔جان کی دھمکی دیں۔اس کا کوئی ویک پوائنٹ ڈھونڈ کے....''

''بلیک میلنگ اس کو خاموش کرواسکتی ہے جس کے پاس کھونے کو کچھ ہو۔نیلوفر ایک بدنام عورت ہے۔سارے ملائیشیا کو معلوم ہے کہ اب تک وہ عبدالرحمٰن کے پیسے پہ عیش کر رہی تھی۔اس کی بیٹی جو اس کے پہلے شوہر سے ہے، وہ مہنگے اسکول میں پڑھتی تھی۔بیٹا امریکہ میں بورڈنگ میں داخل تھا۔لیکن جب پیسہ کم ہوتا گیا تو نیلوفر نے عبدالرحمٰن کے خلاف چھوٹے موٹے انٹرویو دینے شروع کیے۔یہی اس کا ذریعہ معاش ہیں۔وہ بہت سے مردوں کے ساتھ گھومتی ہے۔اس نے عزت کھو دی ہے۔اب وہ کس چیز کے لئے ڈرے؟''

''وہ اتنی بدنام ہے تو لوگ اس کا یقین کیوں کریں گے؟''

''کیونکہ لوگ لوگ ہوتے ہیں۔'' وہ زخمی سا مسکرائی۔''انہیں sensational مسالے دار چیزیں دلچسپ لگتی ہیں' چاہے سامنے والے کی عزت تباہ ہو جائے۔سرِ عام بدنام ہونے سے سب ڈرتے ہیں۔''

''Hell hath no fury like a Woman scorned.'' اس نے تبصرہ کیا۔

''اس لئے اس کو بلیک میلنگ خاموش کرا سکتی ہے نہ پیسہ دے کر اس کا منہ بند کیا جا سکتا ہے۔کوئی تیسرا حل کر کے اس کتاب کو روکنا ہوگا۔''

''تم بار بار ان درختوں کو کیوں دیکھ رہی ہو؟ وہاں کوئی ہے کیا؟'' اس نے گردن موڑ کے تالیہ کی نظروں کے تعاقب میں دور کھجور کے درختوں کو دیکھا اور پھر واپس تالیہ پہ مشکوک نظریں جما دیں۔

''تمہیں کیا، میں جہاں بھی دیکھوں۔تم نے میری بات غور سے سنی بھی ہے یا نہیں؟''

ٹیک لگا کے بیٹھے جہان نے کندھے اچکائے۔پی کیپ کے سائے میں بھی اس کی گہری بھوری آنکھوں میں چھائی سوچ پہ دیکھ سکتی تھی۔''مجھے سمجھ میں آ گیا ہے سب۔مگر پلان کیا ہے؟''

''تالیہ کے پاس ہمیشہ پلان ہوتا ہے۔'' وہ گردن اکڑا کے بولی۔''تم مجھے نیلوفر کے بارے میں معلومات اکٹھی کر کے

دو۔ مجھے اس کے گھر کے پتے اور فون نمبر کے علاوہ دولت صاحب نے کچھ نہیں دیا۔'' اس نے پرس سے ایک تہہ شدہ کاغذ نکال کے میز پہ رکھا تو جہان نے ہاتھ بڑھا کے اسے اٹھایا' پھر کھول کے پڑھا۔ پھر نظریں اٹھا کے غور سے تالیہ کو دیکھا اور کاغذ واپس میز پہ ڈالا۔

''ہو جائے گا۔ صبح ملتے ہیں پھر.... حالم؟'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سوالیہ انداز میں اس کا نام لیا۔

''تم مجھے تالیہ کہہ سکتے ہو۔ تمہارے برعکس میں اپنے نام اور پیشے کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتی۔'' تیا نے والی مسکراہٹ سے اسے دیکھا تو اس نے ایک جتاتی نظر اس پہ ڈالی' منہ میں کچھ بڑبڑایا اور کیپ چہرے پہ جھکا تا آگے بڑھ گیا۔ وہ پتلیاں سکوڑے مشکوک نظروں سے اسے جاتے دیکھے گئی۔

کیا اس نے درست آدمی پہ بھروسہ کیا؟ اگر جو وہ جا کے نیلوفر کو سب بتا دے اور اس سے بھی رقم وصول کر لے؟ ڈبل ایجنٹ؟ مگر خیر.... نیلوفر کے پاس دینے کو کوئی خزانے نہیں تھے۔ اور ر ہا یہ آدمی تو اس کے متعلق بھی وہ جان جائے گی۔

وہ گردن موڑ کے دوبارہ سے درختوں کے اس جھنڈ کو دیکھنے لگی۔ آس پاس ٹیبلز پہ لوگ بیٹھے کھانے پینے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے مگر وہ.... جوس کے گھونٹ بھرتی ان درختوں پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔

کوئی تھا جو اسے ان درختوں میں چھپ کے دیکھ رہا تھا۔

☆☆==========☆☆

اس کی آنکھ کسی آواز سے کھلی تھی۔ وہ ایک دم تیزی سے اٹھ بیٹھی اور گھبرا کے ادھر ادھر گردن موڑی۔ وہ اس قید خانے میں تھی جس کا دروازہ سلاخوں سے بنا تھا؟ کیا حقان اسے تفتیش کے لیے بلانے والا تھا؟ اس نے ہاتھ مار کے دیوار ٹٹولنی چاہی جس سے وہ ٹیک لگا کے خود کو محفوظ تصور کرتی تھی مگر قریب میں کوئی دیوار نہ تھی۔ بستر نرم تھا۔ ٹیبل لیمپ کو ہاتھ لگا تو وہ جل اٹھا۔

تالیہ قاہرہ کے ایک ہوٹل کے بیڈروم میں تھی۔

چند لمحے تک وہ پلکیں جھپکا جھپکا کے اطراف کو دیکھے گئی۔ پھر بصارت ماحول سے آشنا ہوئی تو وہ بستر سے اتری۔ پھر ننگے پیروں سے چلتی کھڑکی تک آئی۔ رات کے اس پہر تالاب کے گرد کرسیاں ویران پڑی تھیں البتہ ساری بتیاں روشن تھیں۔ درختوں کا پراسرار جھنڈ اسی طرح کھڑا تھا۔ تالیہ نے میکانکی انداز میں کھڑکی کی کنڈی کھولی اور دو فٹ کی اونچائی پہ موجود کھڑکی سے ننگے پیر پھلانگ گئی۔ پھر تیز تیز ان درختوں کی جانب چلتی گئی۔

رات کو موسم ٹھنڈا ہو جاتا تھا اور تیز ہوا کے باعث اس کے بال پیچھے کو اڑنے لگے تھے مگر وہ پرواہ کیے بغیر تیز قدم اٹھاتی گئی یہاں تک کہ وہ درختوں کے پاس آ پہنچی۔

''کوئی ہے؟'' اس نے ہلکا سا پکارا۔ ایک درخت کے تنے پہ ہاتھ رکھ کے اس کی اوٹ سے آگے جھانکا۔

دور' اس جھنڈ کے وسط میں کوئی زمین پہ بیٹھا تھا۔ ایک آدمی جس کے ہاتھ محنت سے سخت اور کھردرے ہو چکے تھے اور ماتھے پہ سرخ پٹی باندھ رکھی تھی۔ وہ اکڑوں بیٹھا' مسکرا کے اوپر آسمان کو دیکھتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا۔ ساتھ زمین پہ ایک بچی بیٹھی تھی۔ اس کا لباس خاکی رنگ کا میلا گدلا سا تھا اور لمبے بال سیاہ تھے۔ وہ بھی مسکرا کے گردن اٹھائے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں مدھم سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔

تالیہ درخت کے تنے پہ ہاتھ رکھے کھڑی رہ گئی۔ اس کی نظریں ان دونوں پہ جمی تھیں اور وہ پلک تک نہ جھپک پا رہی تھی۔ پھر وہ تنے سے لگی نیچے بیٹھتی گئی۔ ان دونوں کے انداز میں اکڑوں بیٹھی اور گھٹنوں کے گرد بازو حمائل کیے' وہ یک ٹک انہیں دیکھے گئی۔

وہ دونوں جس قطعے پہ بیٹھے تھے وہ ان درختوں کے درمیان ہونے کے باوجود اس کا حصہ نہیں تھا۔ وہ جنگل کی زمین جیسا تھا اور ان کے گرد قدیم ملاکہ کے جنگل کے درخت اگے کھڑے نظر آتے تھے۔

دفعتاً اس آدمی نے نظریں موڑیں اور اسے دیکھا۔ پھر مسکرا کے سر کو خم دیا جیسے اسے قریب آنے کا اشارہ دے رہا ہو۔ بچی نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اس طرف دیکھا۔ تالیہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولا سا پھنسا۔ آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔ وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھی۔ بس وہیں بیٹھی ان دونوں کو دیکھے گئی جو اب اسے ہی دیکھ کے مدھم سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔

☆☆=========☆☆

اس قدیمی شہر کے درمیان سانپ کی صورت ایک دریا بہتا تھا جسے 'نیل' کہا جاتا تھا۔ نیل کے ایک طرف موجود شہر کو قاہرہ کہا جاتا تھا اور دوسری جانب غیزہ Giza تھا۔ قاہرہ اور غیزہ کو ایک خوبصورت پل نے جوڑ رکھا تھا جو ہر وقت ٹریفک سے معمور ہوتا تھا۔ رات کو اس پل پہ مصنوعی روشنیاں چمک رہی تھیں۔ مگر صبح ہوئی تو سورج نے سب روشنیوں کو بجھا دیا اور سارا شہر دن کی سفیدی میں ڈوب گیا۔

ایسے میں اس ہوٹل کے نیلے تالاب کے پار اگے درختوں کا جھنڈ بھی روشنی میں نہایا کھڑا تھا۔ تالیہ اس وقت ان کے درمیان کھڑی تھی۔ رات کو ہوٹل ملازمین کے آنے پہ وہ وہاں سے چلی گئی تھی لیکن صبح ہوتے ہی پھر سے آ گئی تھی۔ سیاہ بالوں کو کیچر میں باندھے' وہ کندھوں پہ جامنی پونچو شال پہنے ہوئے تھی۔ پونچو کے اوپر سامنے ایک سنہری لاکٹ سینے پہ پڑا نظر آتا تھا' اور سن گلاسز سر کے اوپر ٹکا رکھے تھے۔ سیاہ اداس آنکھیں درختوں کے بیچ کھڑے ان باپ بیٹی پہ جمی تھیں۔

بچی ننھے ہاتھوں سے لکڑیوں کا گٹھا اٹھا رہی تھی....آدمی اس کے ساتھ تھا....وہ زمین پہ کٹی لکڑیوں کو گٹھے میں باندھتے ہوئے اسے بتا رہا تھا کہ اسے گھر کا راستہ کیسے ڈھونڈنا ہے....ستارے سے....ستارے کے تعاقب سے....اگر اس کا دل چاہے گا تو سارے راستے ستاروں کے بغیر بھی مل جائیں گے۔

بچی غور سے سن رہی تھی۔بات کرتے ہوئے اس آدمی نے گردن اٹھا کے تالیہ کی سمت دیکھا۔دونوں کی نظریں ملیں تو وہ مسکرایا۔تالیہ کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔وہ کہنا چاہتی تھی کہ واپسی کے راستوں کی تلاش ان کو ہوتی ہے جن کو پیچھے رہ جانے والوں سے ملنے کی خواہش ہوتی ہے۔اسے نہیں رہی تھی۔

اور پھر....دیکھتے ہی دیکھتے....ان درختوں کے جھنڈ میں ایک اور منظر جھلکنے لگا۔گھوڑے پہ بیٹھا وہی آدمی....ماتھے پہ بدستور سرخ پٹی باندھے....کندھوں تک آتے سیاہ بال لیے....شاہی پوشاک پہنے....مسکرا کے کہہ رہا تھا....

''مجھے تمہارا انتظار رہے گا' تالیہ۔تمہاری واپسی کا انتظار....''

(کیا آپ کو اب بھی میرا انتظار ہے بابا؟ تالیہ کھو گئی ہے۔اسے گھر کے سارے راستے بھول گئے ہیں۔نہ ستارے رہے ہیں' نہ چاند....نہ ہی....'')

''تالیہ؟''

وہ بری طرح ڈر کے پلٹی۔

نہ کوئی چاپ آئی تھی' نہ آواز۔وہ جانے کب اس کے پیچھے آ کے کھڑا ہوا تھا اور اب تنقیدی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے' گرے سوئیٹ شرٹ کے آستین موڑے' ماتھے پہ پی کیپ سے سایہ کیے وہ شدید برہم نظر آتا تھا۔تالیہ نے سینے پہ ہاتھ رکھے گہری سانس لی۔

''اوہ جہان۔تم نے مجھے ڈرا دیا۔آؤ وہاں چل کے....''

''اور جو تم نے کیا؟'' اس کے ماتھے پہ بل تھے۔

تالیہ نے رک کے اسے دیکھا۔

''دیکھو میں نے کہا ہے میں پیسے دے دوں گی' تو دے دوں گی۔اب کام کی بات....''

''تو پھر میرے فنگر پرنٹس سے کیا معلوم ہوا تمہیں؟'' وہ درشتی سے پوچھ رہا تھا۔

وہ رک کے اسے دیکھنے لگی۔''ایکسکیوزمی؟''

جہان کے عقب میں نیلا تالاب دھوپ میں چمکتا دکھائی دے رہا تھا۔روشنی اس کے اطراف سے نکل کے تالیہ کے

چہرے پہ پڑ رہی تھی اور وہ پہلوؤں پہ ہاتھ رکھے شدید برہم نظر آتا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے مجھے نہیں معلوم کہ رات تم نے مجھے نیلوفر کا پتہ ایک کاغذ پہ لکھ کے کیوں دیا تھا؟" وہ دبے دبے غصے سے کہہ رہا تھا۔ "تاکہ میرے جاتے ہی تم اس کاغذ کو فنگر پرنٹ ٹیسٹ کے لئے اپنے ایک مصری کانٹیکٹ کو بھیج دو۔ تمہاری اطلاع کے لیے... مجھے صبح سے پہلے ہی کال آ گئی تھی کہ کسی نے میرے فنگر پرنٹ سے میرا بیک گراؤنڈ ڈیٹا نکلوانے کی کوشش کی ہے۔"

"اوہ.... اچھا۔" تالیہ نے سینے پہ بازو لپیٹے اور اسی کے انداز میں چمک کے بولی۔ "اور تم نے جو سم مجھے دی' تم اس سے بالکل بھی میری لوکیشن ٹریس نہیں کر رہے ہو نا؟ اور ہاں.... تمہاری سم میں جو بگ لگا تھا' اس سے تو میں بالکل بھی واقف نہیں ہوئی۔"

مگر وہ قطعاً شرمندہ نہ ہوا۔ اس کی بات ان سنی کر گیا۔

"اگر تمہارے پاس پہلے ہی مصری دوست تھے تو مجھے ہائر کرنے کا مقصد؟"

"وہ سیاسی دوست ہیں۔ سفارت خانے میں کام کرتے ہیں۔ تمہاری طرح کرمنلز نہیں ہیں۔ دیکھو...." گہری سانس لی اور مصالحتی انداز میں دونوں ہاتھ اٹھا کے بولی۔ "میں تمہیں نہیں جانتی۔ اس طرح تمہارے ساتھ کام کر رہی ہوں تو تمہارا بیک گراؤنڈ چیک کروانا ضروری تھا۔"

"اوہ.... اور میرے فنگر پرنٹس نے کیا بتایا میرے بارے میں؟"

"وہی جو تم نے کہا تھا۔" اس نے بغیر شرمندہ ہوئے بے پرواہی سے شانے اچکائے۔ "تم قاہرہ کے ایک مکینک ہو۔ جہان سکندر تمہارا نام ہے اور پچھلے چند ماہ سے یہاں مقیم ہو۔"

وہ چند لمحے آنکھیں سکوڑ کے اسے دیکھتا رہا' پھر جیب سے ہاتھ نکالے اور دایاں ہاتھ اوپر کیا۔ تالیہ چونک کے اس کے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

جہان نے اپنی ایک انگلی کے پورے سے جھلی سی اتاری۔

"میں فیک فنگر پرنٹس لگاتا ہوں' مادام۔ میں نے اپنے اصلی فنگر پرنٹس کئی سال پہلے جلا دیے تھے۔" اس نے اپنا بے داغ پورا دکھایا اور پھر جھلی واپس لگا دی۔ وہ اسی طرح چپک گئی۔ "But nice try!" طنزیہ مسکرایا۔

"تم مجھے پورے قاہرہ میں Stalk کر سکتے ہو اور میں تمہارا بیک گراؤنڈ چیک نہیں کرا سکتی؟ ڈبل اسٹینڈرڈز!"

وہ دونوں درختوں کے جھنڈ میں آمنے سامنے کھڑے بحث کر رہے تھے۔

''سنولڑ کی....'' وہ سنجیدگی سے ماتھے پہ بل ڈالے بولا۔''اگر تمہیں میرے ساتھ کام کرنا ہے تو مجھ پہ بھروسہ کرو۔ میں یوں ہر غیر ملکی کون وومن کے ساتھ کام نہیں کرتا۔ اگر کر رہا ہوں تو مجھ پہ بھروسہ کرو اور....'' ان درختوں کو دیکھا...'' اور ان درختوں کے ناسٹیلجیا سے نکل کے کام پہ فوکس کرو۔''

''کون وومن؟'' اس کو وہ لفظ چابک کی طرح لگا۔ گال سرخ ہوئے۔

''اوہ سوری۔ تم کون وومن نہیں ہو۔ تم تو.... کیا کہا تھا احمد نظام نے.... (کنپٹی پہ ہاتھ رکھ کے یاد کیا) ہاں... تم تو تاشہ پسونا ہو.... پسونا.... ساحرہ.... بٹ یو نو واٹ....'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چند قدم آگے آیا۔ یہاں تک کے اس کے عقب میں نظر آتا تالاب چھپ گیا۔

''میرے نزدیک تم ایک بے وقوف لڑکی ہو جس نے یوں میرا بیک گراونڈ چیک کروا کے... میرا اعتبار توڑ کے میرے ساتھ کام کرنے کا موقع کھو دیا ہے۔'' وہ چبا چبا کے کہہ رہا تھا۔ **''تم زیادہ سے زیادہ ہیری پوٹر کی ایک جادوگرنی ہو... ناشکری جادوگرنی... جو دریا میسر ہونے کے باوجود اس پہ تالاب بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ بٹ یو نو واٹ... تم کوئی ساحرہ نہیں ہو نہ میں تمہارا ملازم ہوں۔ یہ میرا ہوم ٹرف ہے' یہاں میرے ساتھ گیمز نہ کھیلو۔ کیونکہ اگر تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے تو میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔''**

ایک ایک لفظ اندر تک سلگا دینے والا تھا۔ تالیہ کا چہرہ سرخ ہوا۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے مگر صدمہ اتنا شدید تھا کہ وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔ وہ اسے گھورتے ہوئے پلٹ گیا اور وہ وہیں کھڑی رہ گئی۔

پھر گردن موڑی تو درختوں کے جھنڈ میں وہ دونوں دکھائی دیے۔

لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے کھڑا سرخ پٹی والا آدمی اسے دیکھ رہا تھا۔ اور ساتھ اس کی ٹانگ برابر آتی بچی' جس نے ننھے بازوؤں میں خشک لکڑیاں اٹھا رکھی تھیں' اس کی آنکھیں بھی تالیہ پہ جمی تھیں۔

وہ چند لمحے ان دونوں کو دیکھتی رہی یہاں تک کہ نگاہوں کے سامنے گیلی دھند چھاتی گئی۔ گال ابھی تک سرخ دہک رہے تھے۔

''تمہیں گھر کا راستہ بھول گیا ہے تالیہ؟'' وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔ ان دونوں کی اس پہ جمی آنکھیں منتظر تھیں۔ وہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔

اس کی واپسی کا۔

گھر لوٹ کے آنے کا۔

تالیہ نے مٹھی سے آنکھیں صاف کیں تو درختوں کا جھنڈ خالی نظر آیا۔

وہ دونوں غائب ہو چکے تھے۔

اس نے گردن موڑی تو تالاب بھی سنسان پڑا تھا۔ جہان جا چکا تھا۔

"بدلحاظ آدمی۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے ناک سے گیلی سانس اندر کھینچی اور آنکھیں دوبارہ رگڑیں۔ "تالیہ کو کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ مجھے ہیری پوٹر کی Witch کہے۔ ہونہہ!"

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے میں کھڑی تھی۔ ہاؤس کیپنگ سے آئی ملازمہ اس کے برتن اٹھا رہی تھی تو اس نے پکارا۔

"سنو..... یہ کھڑکی کا پردہ بند کر دو۔"

"آر یو شیور میم؟" ملازمہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "باہر سے آتی روشنی تو تازگی کا احساس دیتی ہے۔"

"مگر مجھے اس کھڑکی سے یہ درخت نظر آتے ہیں جو میرے View کو بلاک کر رہے ہیں۔ مجھے یکسوئی سے کام کرنا ہے اور ان درختوں کو نہیں دیکھنا۔" وہ سرد مہری سے کہہ رہی تھی۔ ملازمہ نے سر ہلا دیا اور پردہ کھینچ دیا۔

سارا کمرہ ایک دم اندھیرے میں ڈوب گیا۔ تالیہ نے مصنوعی بتیاں جلا دیں اور لیپ ٹاپ اٹھا لیا۔

اسے ماضی کی یادوں سے نکل کے کام پہ توجہ مرکوز کرنی تھی۔ وہ اکھڑ اور بدلحاظ آدمی تو چلا گیا اب جو کرنا تھا اکیلے کرنا تھا۔ ایسے میں وہ ان درختوں کی کشش کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔

☆☆==========☆☆

شام تک اس کا کمرہ کاغذوں کی دکان لگنے لگا تھا۔ جگہ جگہ پرنٹ آؤٹس بکھرے تھے جو وہ اپنے چھوٹے پرنٹر سے پرنٹ کر کر کے نکال رہی تھی۔ کچھ مروڑ تروڑ کے زمین پہ پھینکے تھے۔

اس وقت وہ کھڑکی کے ساتھ کرسی پہ بیٹھی تھی۔ ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس، بال گول مول باندھے، پین ہاتھ میں پکڑے اور لیپ ٹاپ گھٹنوں پر رکھے وہ کافی کا گھونٹ بھر رہی تھی۔ ساتھ رکھے تین خالی مگ اس کی حالت کے عکاس تھے۔

پھر اس نے مگ رکھا اور اسکرین فولڈ کی جیسے آج کا کام ختم کیا ہو۔ پھر سر اٹھا کے کمرے کی ابتر حالت کو دیکھا تو جو پہلی شے محسوس ہوئی وہ خاموشی تھی۔

خاموشی اور اکیلا پن۔

ایک دم سے کمرے کی دیواریں سمٹنے لگیں..... ایک دیوار سلاخوں والے دروازے میں تبدیل ہو گئی..... وہ ٹھنڈی دیوار سے ٹیک لگائے خوفزدہ بیٹھی تھی..... اور سلاخوں کے پار کھڑا احتان طنز سے کچھ کہہ رہا تھا.....

تالیہ نے زور سے سر جھٹکا تو وہ منظر غائب ہو گیا۔ یہ مناظر ان مستقبل کے خوابوں کی طرح نہیں اسے دکھائی دیتے تھے۔ یہ عجیب طریقے سے اس کے ارد گرد ابھی تک چکر لگا رہے تھے۔ وہ ذرا اکیلی ہوتی تو وہ اس کے آس پاس ابھرنے لگتے۔ نیند میں آوازیں سنائی دینے لگتیں۔

تالیہ نے گہری سانس لی اور سر کرسی کی پشت سے لگا لیا۔ سوچا تھا اب پیچھے رہ جانے والوں پہ افسوس نہیں کرنا' نہ ان کو یاد کرنا ہے مگر یادیں ہمارے اختیار کے ماتحت نہیں ہوتیں۔ اپنی مرضی سے آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں' یہ دیکھے بغیر کہ کسی کو کتنا دکھ دے گئی ہیں۔

اس نے فون اٹھایا اور ای میل کھولی۔

وہاں ایڈم کی ای میلز تھیں۔ داتن کی بھی اور فاتح کی بھی۔ ای میل کے سبجیکٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی خیریت پوچھنا چاہتے تھے۔ تالیہ چند لمحے ای میلز کی ان فہرست کو دیکھتی رہی۔ پھر ایک ایک کر کے سب کو مارک کیا اور ڈیلیٹ کا بٹن دبا دیا۔ وہ اس کی اسکرین سے مٹ گئیں۔ دماغ سے نہیں گئیں۔

اسے ان تینوں کی ای میلز تو در کنار ان کی شکلیں بھی نہیں دیکھنی تھیں۔

پھر سر اٹھایا تو کمرہ اتنا ویران نہیں لگا۔ اس میں جگہ جگہ بکھرے کاغذ نظر آنے لگے جو اس کی توجہ کے منتظر تھے۔ ابھی تالیہ مراد کو بہت سا کام کرنا تھا اور وہ کر سکتی تھی۔ اس نے بازو لمبا کر کے ریسیور اٹھایا' مزید کافی آرڈر کی اور ایک دفعہ پھر سے اسکرین کھولی۔ وہاں اس کے اپنے لکھے الفاظ جگمگا رہے تھے۔

''نیلوفر بخت کون ہے؟''

اسکرین کی نیلی روشنی تالیہ کے چہرے کو چمکا رہی تھی اور وہ پتلیاں سکوڑے اپنے ریسرچ کر کے جمع کیے الفاظ پھر سے پڑھنے لگی تھی۔

☆☆=========☆☆

(نیلوفر بخت کون ہے؟)

یہ قاہرہ کا ایک پوش علاقہ تھا۔ سڑک کنارے خوبصورت اسٹورز اور ریستوران بنے تھے۔

ایسے میں ایک کافی شاپ کے اوپر عربی میں جلی حروف میں ''ستار بکس کافیہ'' لکھا نظر آتا تھا۔

شیشے کی دیواروں سے مزین یہ شاپ کافی کی مہک سے بھری تھی۔ باریستا باری باری گاہکوں کے کافی کپ کاؤنٹر پہ رکھ کے ان کے نام پکار رہا تھا۔ لوگ آتے اور اپنے کپ اٹھا کے لے جاتے۔

کونے کی ایک میز پہ بیٹھی تالیہ" کافیہ" کا گھونٹ بھرتی شیشے کی دیوار سے پار دیکھ رہی تھی۔اس نے سبز ہڈی پہن رکھی تھی جس کا ہڈ سر کو ڈھانکے ہوئے تھا اور آنکھوں پہ نظر کا موٹا چشمہ لگا رکھا تھا۔

(نیلوفر بخت کون ہے؟)

باہر صبح کی روشنی میں پارکنگ میں ایک کار ابھی آ کے رکی تھی۔

فرنٹ کا دروازہ کھلا اور پہلے ایک سنہری ہیل والی سینڈل زمین پہ رکھی گئی اور پھر.....وہ عورت سیدھی ہوتی باہر نکلی۔

(نیلوفر ایک اڑتالیس برس کی خوبصورت عورت ہے۔جس نے بڑھتی عمر کے باوجود خود کو جم اور سیلون کی مدد سے فٹ رکھا ہوا ہے۔وہ بہت تعلیم یافتہ نہیں ہے مگر داتو سری عبدالرحمٰن کے ساتھ امراء اور رؤساء کی محفلوں میں اٹھنے بیٹھنے نے اسے بہت گروم کر دیا ہے۔)

کار سے نکلنے والی عورت دراز قد اور خوبصورت تھی۔ اس کے سیاہ بال لیئرز میں کندھوں پہ گرتے تھے اور ماتھے پہ Bangs کی صورت کٹے تھے۔کانوں میں ہیرے کے ٹاپس پہنے' انگلیوں میں انگوٹھیاں....ایش گرے کوٹ اور اسکرٹ تلے سیاہ جالی دار اسٹاکنگز پہنے' وہ باریک اونچی ہیل کے ساتھ چلتی ہوئی شاپ کے دروازے تک آ رہی تھی۔

(نیلوفر کے پاس فی الوقت اتنا پیسہ ہے کہ وہ اپنے فیشن اور رہن سہن کو پہلے کی طرح چلا سکے۔اس کے بہت سے مرد دوست اس کا خرچہ اٹھاتے رہتے ہیں۔مگر اس کی ساری توقعات اپنی آنے والی کتاب سے جڑی ہیں جو چھپتے ہی اسے کئی ملین کما کے دے گی۔اس لئے وہ ابھی تک فیشن' پارٹیز اور کپڑوں جوتوں پہ پیسہ پہلے کی طرح ہی لٹاتی جاتی ہے۔)

دکان میں داخل ہوتی عورت انڈین نقوش کی حامل تھی۔ بڑی سیاہ آنکھیں' تیکھی ناک اور بے حد پر کشش مسکراہٹ کے ساتھ آنکھوں کو گھمانے کی خاص ادا جو شاپ میں داخل ہوتے ہی ہر مرد کو اس کی طرف متوجہ کر رہی تھی۔کہنی پہ بیگ لٹکائے' وہ اسی مغرور مسکراہٹ کے ساتھ چلتی ہوئی کاؤنٹر تک آئی۔

(نیلوفر کی پہلے شوہر سے موجود بیٹی کالج میں پڑھتی ہے۔فیلوفر روز اس کو کالج ڈراپ کر کے اسٹاربکس آتی ہے۔کافی لیتی ہے۔اور یہاں سے اس کو اپنے آفس جانا ہوتا ہے۔)

باریستا مسکرا کے اس کا کپ اسے دے رہا تھا۔نیلوفر نے گہری آنکھیں اس پہ مرکوز کیے کپ تھاما اور سرخ لپ اسٹک سے مزین ہونٹ ہلا کے تھینک یو کہتے ہوئے "یو" کو کافی لمبا کیا۔باریستا جھینپ کے مسکرا دیا اور سر کو خم دیا۔

"آپ کی کافی آپ کے ہاتھوں تک پہنچی' مادام۔"

"اور جانتے ہو میرے ہاتھوں کے اندر اور کیا مقید ہے؟" وہ کاؤنٹر پہ آگے کو جھکی اور نوجوان باریستا کی آنکھوں میں

جھانکا۔ ''ان ہاتھوں میں میرے ملک کی حکومت کا تختہ الٹنے کی طاقت ہے۔ میرے قلم کی ایک جنبش سے کوئی تباہ ہونے والا ہے۔''

مسکرا کے واپس سیدھی ہوئی تو باریستا مزید جھینپ گیا۔

(نیلوفر اس وقت ساری کشتیاں جلا کے سرِ عام اپنی کتاب کا چرچا کرتی پھر رہی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ کوئی اس کو مروا نہیں سکتا' کوئی اس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا کیونکہ الزام صوفیہ رحمٰن پہ آئے گا۔ اس کے پاس اب کھونے کو کچھ نہیں رہا۔)

کپ لے کر وہ مڑی اور ارد گرد کھڑے مرد گاہکوں پہ ایک مسکراتی نظر ڈالتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں بہت سی نظریں اس کے تعاقب میں دیوانہ وار لپکیں' وہاں ایک ادھیڑ عمر داڑھی والے صاحب نے افسوس سے ''استغفر اللہ....'' اور دل میں ''یا لہا من امرأة عاھرة'' کہا تھا۔ (کتنی فاحشہ عورت ہے۔)

اس کے نکلتے ہی کونے میں بیٹھی ہڈ والی لڑکی اٹھی اور جیبوں میں ہاتھ ڈالے سر جھکائے باہر کی طرف بڑھی۔

(نیلوفر یہاں سے کافی لے کر سیدھی اپنی شاپ پہ جاتی ہے۔ اس نے ایک اینٹیک جیولری شاپ کھول رکھی ہے جس میں وہ بیٹھتی ہے۔ شاپ کی سیل کچھ خاص نہیں مگر یہ ایک طرح سے شیل کمپنی ہے جس کو رجسٹر کروا کے اس کے کھاتے میں وہ عبدالرحمٰن کے بھیجے پیسے ڈالتی تھی۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ نیلوفر کو خاموش رہنے کی قیمت ادا کی جاتی تھی۔ اسی لیے نیلوفر فخر سے کہتی ہے کہ وہ حلال کی روزی روٹی کما رہی ہے۔)

اینٹیک شاپ ایک پوش سی سڑک کے کنارے واقع تھی جہاں قطار میں برانڈڈ اسٹورز اور جیولری شاپس وغیرہ بنی تھیں۔ یہاں سڑک کنارے چلتے اور دکانوں میں خریداری کرتے لوگ یا تو سیاح تھے یا شہر کے امراء۔ ان کا لباس اور انداز ان کی کلاس کا پتہ دیتا تھا۔

ایسے میں نیلوفر کی شاپ کے پار ایک دکان میں کپڑوں کے ریک الٹ پلٹ کرتی ہڈ والی تالیہ کی نظریں وہیں جمی تھیں۔ نیلوفر اپنی دکان میں داخل ہو رہی تھی۔ کافی کا کپ ہاتھ میں تھا۔ پہلے اس نے کرختگی سے ورکرز کو مخاطب کر کے کچھ کہا (ساری نازو انداز بھری مسکراہٹیں غائب ہو چکی تھیں۔) اور پھر وہ دکان کے اندر ایک دروازے کے پیچھے غائب ہو گئی۔

(نیلوفر کا اسی دکان کے اندر ایک آفس موجود ہے جہاں وہ اگلے دو گھنٹے تک کام وغیرہ کرتی ہے۔ وہاں سے نکل کے دوپہر میں وہ کسی نہ کسی ریستوران جاتی ہے جہاں اس کی طرح کی کوئی فارغ خاتون دوست گوسپ کے لئے اس کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔)

ابن بطوطہ مال زرد روشنیوں سے مزین ایک جدید طرز کا مال تھا۔ اندر آؤ تو یوں لگتا سارا زمانہ شاپنگ کرنے آ نکلا ہے۔

مال کے اندر ایک ریستوران کی درمیانی میز پہ ویٹر دھواں اڑاتے پلیٹر رکھ رہا تھا۔ وہاں ایک ڈائی بالوں والی خاتون بہت دلجمعی سے سامنے بیٹھی نیلوفر کی باتیں سن رہی تھی۔

''صوفیہ رحمٰن اس وقت انگاروں پہ لوٹ رہی ہے۔'' نیلوفر انگوٹھیوں والا ہاتھ نچا کے محظوظ انداز میں بتا رہی تھی۔ ''اس کی ساری حکومتی مشینری کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایک عورت کا منہ کیسے بند کروائیں۔ یہ ایک عورت (انگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا) اگر بول پڑی تو اس کا سچ سارے ملائیشیا کو الٹا کے رکھ دے گا۔''

''واؤ۔ تو کب شائع کر رہی ہو کتاب؟''

''وہ سوال مت پوچھو میری جان جن کے جوابات دینا ممکن نہیں کیونکہ اس وقت میں اپنی کتاب کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے اور اسے کون شائع کر رہا ہے۔'' اس نے چھری کانٹے کو پلیٹ پہ چلاتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔ ''بس یہ جان لو کہ جب یہ شائع ہوئی نا تو ملائیشیا کے لوگ اپنے آپ پہ شرمندہ ہو جائیں گے۔ وہ اپنے سیاستدانوں کے اعمال کے باعث کسی کو دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے..... یہ بہت مزیدار فیلنگ ہے ہنی۔ ایک پورے ملک کی قسمت میرے ہاتھ میں ہے۔ جیسے چاہوں اس کو بدل دوں۔ میں اس وقت صوفیہ رحمٰن سے زیادہ طاقتور ہوں۔''

وہ اپنے ہاتھ کو مٹھی میں کھول بند کرتی غرور سے بتا رہی تھی۔

(نیلوفر بظاہر ایک بہادر اور پر اعتماد عورت کا امیج دیتی ہے مگر عموماً ایسی عورتیں نفسیاتی مسائل کا شکار ہوتی ہیں۔ نیلوفر لنچ کے بعد اپنی بیٹی کو پک کر کے گھر چھوڑتی ہے اور پھر اپنے سائیکاٹرسٹ کے آفس جاتی ہے۔ اس کے ذہنی مسائل اتنے ہیں کہ اسے ہفتے میں چار سے پانچ دن ڈاکٹر کے پاس جانا ہوتا ہے۔ وہ نیند کی گولیوں کے بغیر سو نہیں سکتی اور مسلسل اینٹی ڈپریشنٹ لیتی ہے۔)

نیلوفر اپنی کار ڈرائیو کرتی رش والی سڑک سے گزر رہی تھی۔ اس کے عقب میں ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی ہڈ والی لڑکی سر جھکائے ڈائری میں کچھ نوٹ کیے جا رہی تھی۔

(سائیکاٹرسٹ کے پاس سے واپس آنے کے بعد وہ گھر جاتی ہے جہاں اس کے گھر والے اس کے منتظر ہوتے ہیں۔ نیلوفر پھر رات تک گھر سے نہیں نکلتی۔ ایسی عورتیں اپنی نرا اولاد کو خود سے دور رکھتی ہیں اس لیے نیلوفر کے گھر میں صرف اس کی کم عمر بیٹی اور ماں رہتے ہیں جبکہ ٹین ایج بیٹا امریکہ میں بورڈنگ اسکول میں پڑھتا ہے۔)

ایک خوبصورت مگر چھوٹا سا بنگلہ رات کے اندھیرے میں اس کالونی میں کھڑا تھا۔ اس کے لان کی بتیاں اور کھڑکیاں روشن

نظر آ رہی تھیں۔ کچن کے جالی دار پردے سے اندر میز پہ اکٹھے ہو کے کھانا کھاتے لوگوں کے سایے دکھائی دیتے تھے۔ باہر تاریک سڑک پہ ایک درخت تلے کھڑی تالیہ غور سے ان افراد کو دیکھ رہی تھی۔ ایک نوعمر لڑکی.... خود نیلوفر اور ایک معمر عورت.... ان کے ہیولوں سے اتنا ہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ تینوں کسی بات پہ بحث کرتی کھانے میں مشغول تھیں۔

(یہ ویک ڈیز کا شیڈیول تھا۔ ویک اینڈ زپہ البتہ نیلوفر رات کو پارٹیز یا کلب میں پائی جاتی تھی۔ ہر ماہ کم از کم ایک پارٹی تو نیلوفر بھی دیتی ہے اور فی الوقت وہ اپنے مرد دوستوں کا دیا پیسہ لٹا رہی ہے۔)

اب سوال یہ تھا کہ اس ساری روٹین میں نیلوفر اپنی کتاب کب اور کہاں لکھتی تھی؟ کیونکہ ابھی تک نہ اس کے ہاتھ میں کہیں قلم کاغذ نظر آیا تھا اور نہ ہی وہ لیپ ٹاپ پہ ٹائپنگ کرتی دکھائی دی تھی۔

☆☆=========☆☆

تالیہ کے ہوٹل کا کمرہ اس صبح پہلے سے بہتر حالت میں تھا۔ اب جا بجا کاغذات نہیں بکھرے تھے بلکہ کھڑکی کے ساتھ ایک اسٹینڈ رکھا تھا جس پہ فلپ چارٹ آویزاں تھے۔ وہ مارکر لئے کھڑی چارٹ پہ مختلف خانے بنا کے کچھ لکھ رہی تھی۔

(میں یہ سب تنہا بھی کر سکتی تھی۔ مجھے اس بدلحاظ آدمی کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔)

مارکر سے لکیر کھینچتے ناراضی سے سوچا۔ پھر سوچتی نظروں سے اس چارٹ کو دیکھا۔ نیلوفر کی کتاب کو اس کے ذہن سے نکالنے کے لیے اسے پہلے نیلوفر کے پبلیشر کو ڈھونڈنا تھا۔

(میں نے اس کو کچھ کہا کیوں نہیں؟ وہ میرے منہ پہ مجھے جادوگرنی کہہ دیا.... اور میں دیکھتی رہ گئی۔ شیم آن یُو تالیہ۔)

اس نے مارکر سے پبلیشر لکھ کے سوالیہ نشان بنایا۔ اگر کتاب اگلے ماہ ریلیز ہو رہی تھی تو اب تک وہ پرنٹ میں جا چکی ہو گی۔ یہ سارا کام اس کا پبلیشر خفیہ طور پہ کروا رہا تھا۔ کون تھا وہ پبلیشر؟

(ہیری پوٹر کی جادوگرنی..... یہی کہا تھا نا اس نے مجھے؟)

اسے نہ صرف نیلوفر کا منہ بند کروانا تھا بلکہ اس پبلیشر کو بھی ڈھونڈنا تھا۔ اگر کوئی نیلوفر کی کتاب اس موقع پہ تباہ کر سکتا تھا تو وہ پبلیشر تھا۔ وہی نیلوفر کو سمجھا سکتا تھا کہ یہ کتاب اتنے اسکینڈلز سے بھری ہے کہ قانونی فرنٹ پہ ان دونوں کو متعدد کیسز کا سامنا ہو سکتا تھا۔ نیلوفر دیوالیہ ہو جاتی مگر تب تک صوفیہ رحمٰن بھی تباہ ہو چکی ہوتی۔

(میرے نزدیک تم ایک بے وقوف لڑکی ہو جو میرا بیک گراؤنڈ چیک کروا کے.....) اس نے سر جھٹکا اور صفحے پہ نگاہیں مرکوز کیں۔ نیلوفر اپنی نفرت میں اتنی آگے جا چکی تھی کہ اسے اپنی پرواہ نہیں رہی تھی۔ بس کسی طرح صوفیہ تباہ ہو جائے۔ بعد کی وہ بعد میں دیکھے گی۔

اس نے مارکر بند کر کے رکھا اور چارٹ کا صفحہ پلٹ دیا۔ لکھا ہوا صفحہ پیچھے کو لٹکنے لگا اور سامنے نیا صفحہ آ گیا جس پہ پینٹنگ بنی تھی۔ اگر کوئی روم سروس میں سے آئے تو وہ یہی صفحہ دیکھے گا۔

(ایک ناشکری جادوگرنی.... جو دریا میسر ہونے کے باوجود اس پہ تالاب بنانے کی کوشش کرتی ہے....)

دروازے پہ دستک ہوئی تو اس نے (یس) کہا اور خود صوفے پہ بیٹھ گئی۔ ویٹر ٹرے اٹھائے اندر آیا۔

وہ چند لمحوں کے لئے ہی فارغ ہوئی تھی اور فوراً سے کمرے کی ویرانی اور تنہائی محسوس ہوئی تھی۔

ویٹر کافی رکھنے لگا اور تالیہ نے موبائل کی اسکرین روشن کی۔

(جو دریا میسر ہونے کو باوجود اس پہ تالاب بناتی ہے۔ بٹ یو تو واٹ.....)

ای میلز کھولیں تو چند نئی ای میلز اس کے انتظار میں تھیں۔ اس نے پڑھے بنا ایک ایک کو مارک کر کے مٹا دیا۔

(تم کوئی ساحرہ نہیں ہو.....)

''میم.... پردے کھول دوں؟'' ویٹر نے ادب سے انگریزی میں پوچھا۔ پاؤں میز پر رکھے بیٹھی تالیہ نے سر کو خم دیا۔ ویٹر آگے آیا اور پردے ہٹا دیے۔ صبح کی سفیدی تیزی سے اندر آئی تو تالیہ کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

(تم کوئی ساحرہ نہیں ہو.....)

اس نے موبائل رکھ دیا اور کنپٹیاں سہلائیں۔ اس آدمی کے الفاظ بار بار ذہن میں گونجتے تھے۔

(تم کوئی ساحرہ نہیں ہو نہ میں تمہارا ملازم ہوں۔)

وہ کمرے سے نکلنے پہ راضی نہ تھی اسی لیے ہاؤس کیپنگ کے عملے کو بلوایا تھا۔ دو میڈز اب جلدی جلدی کمرے کی صفائی میں لگی تھیں۔ ایک بیڈ شیٹ تبدیل کر رہی تھی اور دوسری ویکیوم لگا رہی تھی۔ وہ چپ چاپ بیٹھی ان کو دیکھے گئی۔

(یہ میرا ہوم ٹرف ہے۔ میرے ساتھ گیمز نہ کھیلو۔ تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے تو میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔)

گال تلے مٹھی رکھے اس کی باتوں کو سوچتے ہوئے تالیہ نے بھنویں چڑھا کے سر جھٹکا۔

اسے احمد نظام پہ غصہ آیا تھا۔ کتنے مان سے انہوں نے کہا تھا کہ وہ آدمی اس کی مدد کرے گا۔

(یہ میرا ہوم ٹرف ہے۔)

اور یہ بے شک وہ تھوڑے عرصے سے ہی مصر میں رہائش پذیر ہوا ہے مگر وہ وہاں ہر ضروری شخص یا جگہ کو جانتا ہے۔ لیکن اس آدمی نے کیا کیا؟ وہ اسے چھوڑ کے چلا گیا۔ وہ احمد نظام کو واپس جا کے کہے گی ضرور کہ.....

(یہ میرا ہوم ٹرف ہے۔)

تالیہ کے ابرو اچنبھے سے اکٹھے ہوئے۔

ایک منٹ۔ کیا کہا تھا احمد نظام نے؟ ''وہ'' ''کچھ ماہ'' سے مصر میں مقیم ہے تو پھر مصر اس کا ہوم ٹرف کیسے ہوا؟

نہ وہ مصری تھا نہ برسوں سے وہاں مقیم تھا؟ پھر اس نے کیوں کہا کہ یہ اس کا ہوم ٹرف تھا؟

یا وہ کچھ اور کہہ رہا تھا؟

(دریا کے اوپر تالاب.... ٹرف... ہیری پوٹر کی جادوگرنی.....)

وہ تیزی سے سیدھی ہوئی اور کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اب وہ درختوں کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ دھوپ میں چمکتے نیلے تالاب کو دیکھ رہی تھی۔

''سنو؟'' وہ ملازمہ کی طرف گھومی۔ ویکیوم کرتی عورت نے سر اٹھا کے اسے دیکھا اور ویکیوم کا بٹن آف کیا۔

''جی؟''

''قاہرہ میں.....'' اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ''قاہرہ میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں دریا کے اوپر تالاب بنا ہو؟ دریائے نیل کے اوپر.... تالاب؟''

وہ ملازمہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ البتہ تکیے کا غلاف چڑھاتی دوسری ملازمہ نے فوراً کہا۔

''دریائے نیل پہ مصنوعی تالاب تو نہیں ہوتے لیکن.....''

''لیکن؟'' وہ سانس روکے منتظر تھی۔

''دریا میں جو کروز شپس cruise ships چلتی ہیں....ان کے عرشے پہ سوئمنگ پول بنے ہوتے ہیں۔''

''اور ان تالابوں کے ساتھ گھاس کے مصنوعی ٹرف بھی بنے ہوں گے' ہے نا؟''

میڈ نے سر ہلایا۔ ''جی.... یہ کروز شپ پورے ہوٹل ہوتے ہیں اور ان کے عرشے پہ ٹرف' سوئمنگ پول' ریستوران سب ہوتا ہے۔''

''اور.... اور سیاح ان بحری جہازوں میں کمرہ لے کر.... اس کو اپنا ''گھر'' بنا کے رہتے ہیں' ہے نا۔'' وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا رہی تھی۔ (ہوم ٹرف۔) ''کتنے کروز شپ ہوں گے اس وقت نیل کے دریا میں؟''

''بہت سے ہیں' مگر یہ پول اور گراس ٹرف وغیرہ صرف لگژری جہازوں پہ ہوتے ہیں۔''

''تھینک یو۔'' اس نے جھٹ سے لیپ ٹاپ کھولا اور کی بورڈ پہ انگلیاں چلانے لگی۔ دریا پہ تالاب.... ہوم ٹرف.... وہ اس کو اپنی لوکیشن بتا رہا تھا۔ کہ جب وہ اس پہ اعتبار کرنے کے قابل ہو جائے تو اسے ڈھونڈ لے۔ تاکہ دولت صاحب کے

تعاقب کار اگر سن بھی رہے ہیں تو کچھ جان نہ پائیں۔

کیا وہ آدمی کوئی بات سیدھے طریقے سے نہیں کہہ سکتا تھا؟

اسکرین پہ اب دریائے نیل میں چلنے والی لگژری شپ کے ناموں کی فہرست جگمگا رہی تھی۔ یہ تو بہت سارے نام تھے۔اس کا دل ڈوبا۔وہ انہی میں سے ایک پہ اسے ملے گا.....مگر وہ کیسے معلوم کرے کہ جہان کا 'ہوم' ان میں سے کون سا تھا؟

اس نے بے چین نظریں اسکرین پہ اوپر سے نیچے دوڑائیں۔

Alexander the Great Nile Cruise

Nile Goddess Cruise

زہرہ نائل کروز

رادامیس دوم نائل کروز

Minerva Cruise

وہ کھلے دل سے مسکرا دی۔

وہ اسے منروا کروز پہ ملے گا۔

''منروا میک گانگال'' ہیری پوٹر کی ایک جادوگرنی کا نام تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے لیپ ٹاپ بند کیا اور اپنی چیزیں سمیٹنے لگی۔اب وہ مزید تنہا نہیں رہنا چاہتی تھی۔

جانے سے پہلے اس نے کھڑکی کا پردہ سختی سے بند کر دیا۔تالاب اور درخت پھر سے چھپ گئے۔

☆☆=========☆☆

نیل کا دریا کسی سانپ کی طرح بھورے خشک ٹیلوں کے درمیان سے گزرتا تھا۔

کہیں کہیں ان ٹیلوں کے کنارے سبزے سے بھرے ہوتے اور یوں لگتا کہ بھوری زمین کے درمیان بہتے دریا کے اطراف میں باریک سا سبز بارڈر بنا ہے۔

دریا کا پانی اس وقت سورج کی روشنی میں چمک رہا تھا۔اس کے ساحل پہ ایک بڑا سا بحری جہاز کھڑا تھا جس سے لوگ اتر رہے تھے۔

بحری جہاز مستطیل تھا۔بالکل جیسے کوئی مستطیل عمارت ہو۔دور سے اس کی قطار در قطار کھڑکیاں دکھائی دیتی تھیں۔وہ کئی منزلہ تھا اور گراؤنڈ فلور پہ بالکل ہوٹلز کے داخلی دروازے کی طرح Entrance بنی تھی۔اندر جاؤ تو روشنیوں سے نہائی لابی

تھی۔ لاؤنج صوفے، ریسپشن ڈیسک.... لفٹ کے کھلتے بند ہوتے دروازے، ٹرے اٹھائے گھومتے ویٹرز۔

منروا کی پہلی منزل پہ کسینو، ریستوران، بال روم اور کھانے پینے کے دیوان بنے تھے۔ اوپر والی تمام منزلوں پہ پرتعیش کمرے تھے جہاں مہمان ٹھہرتے تھے۔

جہاز کا عرشہ طویل سا تھا۔ اس پہ ایک طرف اوپن ائیر ریستوران بنا تھا جہاں میزوں کے گرد کرسیوں کے پھول بنے تھے اور دوسری جانب گھاس کی ٹرف تھی۔ اس کے پار بڑا سا سوئمنگ پول تھا جس کا نیلا پانی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ پول کے چاروں طرف سفید چیئرز رکھے تھے مگر اس وقت وہاں کوئی لیٹا یا دھوپ سینکتا دکھائی نہ دیتا تھا کیونکہ یہ جہاز کے آف لوڈ کا وقت تھا۔ سات دن کے سفر کے بعد مہمان اتر کے واپس جا رہے تھے۔

سات دن تک جہاز نے خراماں خراماں نیل میں تیرتے ہوئے اپنے مہمانوں کو مختلف تاریخی مقامات اور اہرام دکھائے تھے۔ اب سفر ختم ہو چکا تھا اور عرشہ قریباً خالی تھا۔

ایسے میں وہ عرشے کی ریلنگ پہ تنہا کھڑا جھک کے دریا کو دیکھ رہا تھا۔ عقب سے آتی تالیہ کی طرف اس کی پشت تھی۔

"تم مجھے آسان الفاظ میں بھی بتا سکتے تھے کہ تم میرے ہوٹل میں تعاقب کاروں سے تنگ ہو۔"

سفید ہیٹ والی لڑکی گھاس پہ چلتی اس کے قریب آ کے رکی۔

ریلنگ پہ جھکے جہان نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ اس نے جینز میٹریل کی نیلی کالر والی شرٹ پہن رکھی تھی اور آستین کہنیوں تک چڑھائے ہوئے تھے۔ گہرے بھورے بال ماتھے پہ بکھرے تھے اور آنکھوں پہ ڈارک سن گلاسز تھے۔ اس لئے وہ اس کی آنکھوں کے تاثرات دیکھ نہ پائی۔

"تمہیں دو دن لگ گئے مجھے ڈھونڈنے میں۔"

تالیہ نے ہیٹ ترچھا کر کے چبھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آخری دفعہ آئی ہوں۔ اب تمہارا کوئی پزل حل نہیں کروں گی۔"

جواب میں اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔ "میں چاہتا تھا تم ان درختوں کی قید سے اپنا ذہن آزاد کرو اور کام پہ فوکس کرو۔ تم یہاں تک آ گئی ہو اس کا مطلب ہے کہ تم کام کے لیے تیار ہو۔"

تالیہ اچنبھے سے اس کو دیکھنے لگی۔ ہوا تیز تھی اور اسے بار بار اپنا ہیٹ سر پہ سختی سے جمانا پڑ رہا تھا۔ اسکرٹ اس کے ٹخنوں کے گرد ہوا سے پھڑپھڑا رہی تھی۔

"تم نے کہا تھا تم لوگوں کو بھی فکس کرتے ہو۔ تو تم مجھے فکس کر رہے تھے؟"

سن گلاسز پہنے کھڑا آدمی مسکرایا۔ ''کیوں؟ کیا تم دو دن پہلے کے مقابلے میں بہتر نہیں ہو؟''

وہ چپ ہو گئی۔ یہ وہ آدمی نہیں تھا جو اس سے پہلی دفعہ ملا تھا۔ شاید اب اس کو معلوم تھا کہ ارد گرد کوئی ان کا تعاقب نہیں کر رہا۔

''ہاں۔ میں بہتر ہوں۔ مگر تم.....'' اس نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔ ''تم بتاؤ.... تمہیں واقعی پیسے چاہیے ہیں اس کام کے؟''

''میں پیسوں کے لئے کام نہیں کرتا' تالیہ۔ میں اپنے دوست کا مان رکھنے کے لئے یہ کروں گا۔ احمد نظام کا ایک ادھار ہے مجھ پہ۔''

''تو پھر تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا کہ تمہیں اتنے اور اتنے پیسے چاہیے ہیں؟''

جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے جہان نے مسکرا کے کندھے اچکائے۔

''I lie for a living.'' (جھوٹ بولنا میری نوکری ہے۔)

''ہوں... مگر کسی نے مجھے کہا تھا کہ کچھ بھی مفت نہیں ملتا۔'' وہ جتا کے بولی۔ دونوں بحری جہاز کی ریلنگ پہ آمنے سامنے کھڑے تھے اور ان کے گرد ہوا بہت تیز تھی۔

''کچھ تو تم مانگو گے بدلے میں۔ نہیں؟''

''ہاں۔ تم میرے لیے ایک چیز کر سکتی ہو۔'' وہ بنا تامل کے بولا۔ ''جب میں نے تمہارے بارے میں سنا اور احمد نظام نے مجھے تمہارے بطور ایک کون وومن ''ایکٹو'' دورانیے کی ٹائم لائن دکھائی... یعنی وہ تمام سال جن میں تم نے چوریاں کی تھیں.... تو میں نے نوٹ کیا کہ تم اس وقت کے ایل میں تھیں جب ایک رام کرشن نامی ایک ملٹی آئیل ٹائیکون کے پرائیوٹ میوزیم سے ایک چوری ہوئی تھی۔ تین رنگوں کے ہیروں والا ایک کنگن جس میں اہرام کی صورت ہیرے جڑے تھے۔''

تالیہ ایک دم کھلکھلا کے ہنس دی۔

''The heist of three pyramids'' وہ مسکرا کے بولی۔ (تین اہرام کی چوری)

''اور میں جانتا ہوں حالم کہ وہ کنگن تم نے ہی چرایا تھا۔''

''اگر میں نے چرایا بھی ہو تو اب تک تو میں اسے بیچ چکی ہوں گی۔ نہیں؟'' معصومیت سے پوچھا۔ ''تمہیں تو دے نہیں سکتی۔''

''مجھے وہ کنگن نہیں چاہیے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے وہ کیسے کیا؟''

"تم یہ جان کے کیا کرو گے؟" تالیہ نے مسکراہٹ دبا کے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"کیونکہ اس میوزیم کی سیکیورٹی جس فرم کے ذمے تھی' وہ اس قسم کے ٹمپریچر Sensitive شیشے کے باکسز میں چیزیں ڈالتے ہیں کہ الارم بجائے بغیر ان کو کھولنا ناممکن ہوتا ہے۔ میں آج تک ایسا نہیں کر سکا۔ اس لیے میں اس واردات پہ بہت حیران ہوا تھا کیونکہ پہلی دفعہ ان کی فرم کی مہیا کی گئی سیکیورٹی میں ایسا بریچ ہوا تھا۔ وہ کنگن بنا کسی الارم کے شور کے یوں غائب ہوا جیسے کبھی اندر تھا ہی نہیں۔ میں تمہاری آخر تک مدد کروں گا۔ تمہیں صرف مجھے یہ بتانا ہوگا کہ تم نے وہ کیسے کیا؟"

وہ پھر سے مسکرا دی۔ "تو تم مجھ سے کچھ سیکھنا چاہتے ہو۔ تمہارے اس سوال کا جواب بہت آسان ہے' میں ایک فقرے میں تمہیں بتا سکتی ہوں' مگر۔" وہ رکی اور آنکھیں گھمائیں۔ "میں نے ابھی بتا دیا تو تم مجھے چھوڑ کے چلے جاؤ گے۔ اس لیے میں تمہیں اس کا جواب کام کے بعد دوں گی۔"

"ظاہر ہے!" وہ ابرو اچکا کے بولا۔

تالیہ نے گردن گھما کے ادھر ادھر دیکھا۔

"تو تم یہاں اس کروز پہ رہتے ہو؟ یہ تمہارا گھر ہے؟"

"میرا نہیں۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ تمہیں..... بلکہ ہم دونوں کو کل سے یہاں آ کے رہنا ہوگا۔ ایک ہفتے کے لئے۔"

وہ چونکی۔ "کیوں؟"

"کیونکہ تمہارے پاس صرف آٹھ دن ہیں۔ کل صبح نیلوفر بخت اپنی فیملی اور فرینڈز کے ساتھ اس کروز پہ سوار ہوگی۔ ایک ہفتے کے ٹور کے بعد جب کروز ساحل پہ اترے گی تو وہ اپنے گھر جائے گی اور سامان سمیٹ کے کینیڈا کے لئے روانہ ہو جائے گی۔ وہاں جا کے وہ اسائیلم (پناہ) کے لیے اپلائی کر دے گی' اپنی کتاب لانچ کرے گی اور ہمیشہ کے لئے تمہارے لوگوں کی پہنچ سے دور ہو جائے گی۔ اس لئے تمہیں اس کی کتاب اس کے دماغ' دل جہاں سے بھی چرانی ہے' اسی کروز پہ اگلے سات دنوں میں چرانی ہے۔"

"اوہ!" اس نے لب گولائی میں سکوڑے۔ "تو ہم کہاں سے شروع کریں؟ میں نے کل اس کو فالو کیا تھا اور....." وہ تیز تیز بتانے لگی۔ "مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ انٹیک شاپ چلاتی ہے' دوستوں سے ملتی ہے' ہینگ آؤٹ کرتی ہے' شاپنگ کرتی ہے اور رات کو گھر چلی جاتی ہے۔ اس کی کتاب کو رو کنے سے پہلے ہمیں اس کی کتاب کا اصل مسودہ حاصل کرنا ہے اور اس کے پبلیشر کو ڈھونڈنا ہے تاکہ......"

جہان نے گلاسز اتارے اور افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم نے دو دن جن باتوں کو معلوم کرنے میں ضائع کیے ہیں وہ تمہیں اس کے انسٹاگرام سے بھی معلوم ہو سکتی تھیں۔''

''اوہ.....اور تم نے کیا معلوم کیا ہے اس کے بارے میں دو دن میں؟'' تالیہ کا دوستانہ لہجہ طنز میں بدل گیا۔

جواباً وہ مڑا اور جوگرز سے گھاس پہ چلتے ہوئے میکانکی انداز میں کہنے لگا۔

''میں نے تمہاری طرح اس کے لنچ' کافی اور ڈنرز پہ اس کا تعاقب نہیں کیا۔ بلکہ میں نے اس کے فنانشل ریکارڈز دیکھے۔ کریڈٹ کارڈز کے بلز دیکھے۔ اور میرا خیال ہے وہ کوئی کتاب نہیں لکھ رہی۔ وہ صرف صوفیہ رحمٰن کو دھمکا رہی ہے تاکہ اپنی قیمت بڑھائے۔''

''نہیں۔ وہ واقعی کتاب لکھ رہی ہے۔''

''تو اس کا کوئی ثبوت تو ہونا چاہیے تھا۔'' وہ دونوں گھاس پہ ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔ ''میں نے اس کی بینک اسٹیٹمنٹ میں کتاب کی ایڈوانس رائلٹی کے نام پہ کوئی پے منٹ نہیں دیکھی۔ بلکہ اس کو کوئی بڑی پے منٹ ملی ہی نہیں ہے۔ اس کے فون ریکارڈز میں کسی پبلشر یا لٹریری ایجنٹ کا نمبر نہیں ہے۔''

''پھر وہ ان سے واٹس ایپ یا ای میل پہ رابطہ کرتی ہوگی۔''

مگر وہ اس کو سنے بغیر بولے جا رہا تھا۔'' اس کے گھر جو ڈاک موصول ہوتی ہے' اس میں کسی گھوسٹ رائٹر' صحافی یا پبلشر کا ایڈریس نہیں تھا۔ یونو' مجھے لگا شاید کوئی اس کی جگہ کتاب لکھ رہا ہو۔ کوئی گھوسٹ رائٹر۔ مگر نہیں۔ میں نے مصر میں انگریزی کتابیں چھاپنے والے اور کینیڈا کے بڑے لٹریری ایجنٹس سے بھی رابطہ کیا ہے۔ کوئی بھی اس سے رابطے میں نہیں ہے۔ چند لوگوں نے اس کو آفر کی تھی مگر کتاب میں عبدالرحمٰن پہ اتنے الزامات کا خطرہ ہے کہ نامور پبلشرز پیچھے ہٹ گئے کیونکہ صوفیہ ان پہ مقدمات کر دے گی۔''

''اس کا مطلب ہے کہ جو پبلشر اس کی کتاب چھاپ رہا ہے' وہ اس سے کسی دوسرے نام' اکاؤنٹ اور نمبر سے رابطے سے ہوگی اور پیسے لے رہی ہوگی۔''

''اگر ایسا ہوتا تو وہ فنانشلی اتنی کمزور نہ ہوتی۔ یہ وکیشن بھی اس کے کسی مرد مداح نے اس کو بک کروا کے دی ہے۔'' بحری جہاز کی طرف اشارہ کیا۔'' یہ یاد رکھو تالیہ کہ کوئی بڑا پبلشر اس کی کتاب کو صوفیہ رحمٰن کو دکھائے اور اس کا کمنٹ لیے بغیر قانونی طور پہ نہیں چھاپ سکتا۔ کینیڈا جیسے ملک میں تو کبھی بھی نہیں۔''

''یعنی اس کا پبلشر اتنا بڑا رسک لے رہا ہے تو وہ بھی صوفیہ سے اتنی ہی نفرت کرتا ہوگا جتنی نیلوفر کرتی ہوگی۔''

جہان نے گھاس پہ چلتے ہوئے گہری سانس لے کر شانے اچکائے۔''ہاں۔ یہ ہو سکتا ہے۔ لیکن میں نے اس کے شاپنگ

بلز بھی چیک کیے۔وہ نہ کسی بک شاپ پہ جاتی ہے نہ قلم کاغذ خریدتی ہے۔سوائے اس کی بچی کی اسٹیشنری شاپنگ کے اُس کے گھر کوئی کاغذ نہیں آتا۔"

"تو وہ لیپ ٹاپ پہ لکھتی ہوگی۔" وہ ہر بات کا جواب دے رہی تھی۔وہ رکا اور چبھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"او کے۔آپ بتائیں۔آپ نے کیا معلوم کیا اس کے بارے میں؟" طنز سے کہہ کے وہ چلتے چلتے ایک جگہ رکا اور جوگر کی نوک سے گھاس کو مسلا۔ایک چوکور سا قطع اکھڑنے لگا تو اس نے جوگر سے واپس اس کو درست حالت پہ کر دیا اور پھر سے چلنے لگا۔

"میں تو بس اس کے لنچ' ڈنرز' کافی اور لپ اسٹک نوٹ کر رہی تھی۔"

"تم سے یہی امید تھی مجھے۔" چلتے چلتے وہ دونوں پول کے کنارے آ چکے تھے جہاں خالی چیئر رکھے تھے۔جہان نے گزرتے ہوئے ایک ترچھے رکھے چیئر کو ہاتھ سے موڑ کے سیدھا کیا اور اپنی کارروائی بیان کرنے لگا۔

"میں ان دو دنوں میں اس کے کانٹیکٹس' دوستوں' رشتے داروں کو بھی چیک کر چکا ہوں۔اگر وہ بک پبلشنگ کے لئے کینیڈا جا رہی ہے تو وہاں موجود اس کا کوئی جاننے والا اس کے پبلشر سے آگاہ نہیں ہے۔اگر وہ واقعی کتاب لکھ رہی ہے تو اس کتاب کی دوسری کاپی اس کے پبلشر کے پاس ہوگی۔مگر پبلیشر کون ہے اور کہاں ہے؟"

"واؤ تمہیں دو دن میں اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو گیا۔تم ویسے کرتے کیا ہو؟"

جیبوں میں ہاتھ ڈالتے چلتا جہان مسکرایا اور نظریں ترچھی کر کے اسے دیکھا۔

"بتا چکا ہوں۔مکینک ہوں۔"

"پہلے مجھے لگا کہ تم کسی مافیا کے لیے کام کرنے والے کرمنل ہو مگر نہیں۔"

وہ ایک دم اس کے سامنے آئی تو وہ رک گیا۔

ہیٹ والی لڑکی آنکھوں میں چمک لیے اسے دیکھ رہی تھی۔"تم جاسوس ہو۔"

"اچھا اور یہ تمہیں میرے لنچ' ڈنرز اور کافی پہ تعاقب کر کے معلوم ہوا؟" جواب اطمینان سے آیا تھا۔

"دیکھو..تم صرف چند ماہ سے یہاں ہو۔نام معلوم نہیں اصلی ہے یا جعلی..مگر تم جیسے لوگ اتنے ماہ میں اگر اتنے کانٹیکٹس بنا لیں تو وہ انڈر کور آپریٹوز ہوتے ہیں۔پہلی طرح کے انڈر کور آپریٹو مافیا یا برے لوگوں کے لئے کام کرتے ہیں۔مگر تمہیں پیسے نہیں چاہیے ہیں اس کا مطلب ہے تم اقدار اور روایات کا پاس رکھنے والے ہو اور تمہارا تعلق دوسری طرح کے آپریٹوز سے ہے جو حکومتی جاسوس ہوتے ہیں۔کس حکومت کے' یہ بتانا مشکل ہے مگر تم چور نہیں ہو۔تم کون مین بھی نہیں ہو۔تم جاسوس ہو۔"

جہان کے تاثرات نہیں بدلے۔ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ کے ابرو اٹھا کے بولا۔

''اس کے علاوہ مزید کوئی گیس میرے بارے میں؟''

''تمہیں چیزیں فکس کرنا پسند ہیں۔ تم دوسروں کا انتظار کیے بغیر ان کو خود سے ٹھیک کرنے لگتے ہو۔ اس کا مطلب ہے تم نے زندگی کا ایک لمبا عرصہ اکیلے، خود انحصاری کرتے ہوئے گزارا ہے اور تم کسی پہ اعتبار نہیں کرتے۔''

''تمہاری بات رد کر کے میں تمہارا دل نہیں توڑوں گا لیکن...'' افسوس سے گہری سانس لی۔ ''آئی وِش تم نے اپنی یہ Skills ٹیلو فرپہ استعمال کی ہوتیں تو ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کتاب کب اور کہاں بیٹھ کے لکھتی ہے۔''

کہہ کے وہ آگے بڑھا تو وہ اس طرح کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ پھر پیچھے سے پکارا۔

''وہ روز صبح اپنی اینٹیک شاپ کے آفس کے اندر بیٹھ کے اپنی کتاب لکھتی ہے۔''

جہان کے قدم وہیں زنجیر ہوئے۔ وہ آہستہ سے گھوما اور اس کی طرف چہرہ موڑا تو آنکھوں میں واضح حیرت تھی۔

''تمہیں کیسے معلوم؟ تم تو کل اس کی شاپ کے اندر تک نہیں گئی تھیں۔''

''کیونکہ جب تم اس کے فنانشل ریکارڈز، کریڈٹ کارڈز اور فلائٹ ڈیٹیلز کو کھنگال رہے تھے تو میں اس کی لپ اسٹک نوٹ کر رہی تھی۔''

سینے پہ بازو لپیٹے کھڑی لڑکی مسکرا کے کہہ رہی تھی۔

''تم اچھے جاسوس ہو لیکن نہ تم لڑکی ہو نہ تم کسی رائٹر کے فرینڈ رہے ہو ورنہ تم نوٹ کرتے کہ جب وہ کافی لے کر اپنی شاپ میں داخل ہوتی ہے تو اس کے کپ پہ اس کی لپ اسٹک کا کوئی نشان نہیں ہوتا۔ یعنی وہ کار میں کافی نہیں پیتی۔ کافی شاپ اس کی اینٹیک دکان سے دس منٹ کی ڈرائیو پہ ہے۔ جو لوگ ورک پلیس پہ جانے سے پہلے کافی لیتے ہیں وہ کار میں ہی اس کو ختم کر لیتے ہیں (کہتے ہوئے وہ رکی۔ کوئی یاد آیا تھا۔)... تاکہ آفس میں داخل ہو کے کام کے ساتھ ان کو کچھ پینا نہ پڑے اور وہ فریش ہوں۔ مگر وہ کون ہوتا ہے جس کو اپنے کام کے ساتھ ساتھ Caffine درکار ہوتی ہے؟''

وہ تھوڑی اٹھائے مسکرا کے اس سے پوچھ رہی تھی۔ ہوا سے اس کے ہیٹ سے نکلتے بال پھڑپھڑاتے ہوئے پیچھے کو اڑ رہے تھے۔

''رائٹر!'' وہ دھیرے سے بولا۔

''بالکل۔ رائٹرز کو کیفین آکسیجن کی طرح چاہیے ہوتی ہے۔ اور میں ایک رائٹر کے ساتھ ایک لمبا عرصہ گزار چکی ہوں۔ رائٹر صرف ان اوقات میں لکھتے ہیں جب وہ فریش ہوں اور ساتھ ساتھ چائے یا کافی پیتے ہیں۔ وہ اپنی کافی کو آفس کے اندر

لے کر جاتی ہے اور اسے اپنے کام کے ساتھ انجوائے کر کے پینا چاہتی ہے۔ باقی سارا دن نیلوفر کا مصروف گزرتا ہے۔ اگر وہ واقعی کتاب لکھ رہی ہے تو ذہن کی تازگی اسے صرف صبح کے ان اوقات میں میسر ہوتی ہے۔''

وہ دونوں ابرو اٹھا کے اسے دیکھتے ہوئے چند لمحے خاموش رہا۔ وہ انتظار کرتی رہی کہ وہ تعریف کرے گا مگر اس نے بے پرواہی سے شانے اچکا دیے۔

''او کے۔ کول۔ یعنی وہ واقعی کتاب لکھ رہی ہے۔ ٹھیک ہے ہم اس کا آفس چیک کر لیں گے۔ رات میں۔ کچھ نہ کچھ تو ملے گا وہاں سے۔'' پھر اس نے کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ ''اب مجھے چلنا چاہیے۔''

''مگر رات کو کب اور کیسے جانا ہے اس کی دکان میں؟ پلان تو ڈسکس کرو۔''

''ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے۔ شام میں تمہارے ہوٹل آؤں گا تو بات کریں گے۔ اپنے تعاقب کاروں سے پیچھا چھڑوا لینا پلیز۔''

تالیہ نے پتلیاں سکوڑ کے غور سے اسے دیکھا۔ ''تمہیں شاید کہیں پہنچنا ہے؟''

''اور تمہیں لگتا ہے میں تمہیں اس سوال کا جواب دوں گا؟'' ابرو اچکا کے سنجیدگی سے کہتا آگے بڑھ گیا۔ وہ سوچتی نظروں سے اس کا تعاقب کرنے لگی جو اب پول کے کنارے چلتا دور جا رہا تھا۔ اسے واقعی کہیں پہنچنے کی عجلت تھی۔

☆☆==========☆☆

شام کی نیلاہٹ قاہرہ پہ پھیلنے لگی تو ہوٹل کے تالاب کے ساتھ درختوں کے جھنڈ پہ پراسراریت چھانے لگی۔ اسی وقت تالاب اور اردگرد کی زرد روشنیاں ہوٹل کے عملے نے جلا دیں مگر سنہری ورق سے ڈھکے درخت مزید پراسرار دکھائی دینے لگے۔

پول کے اردگرد میز کرسیوں پہ مہمان بیٹھے شام کے قہوے سے لطف اندوز ہوتے نظر آ رہے تھے اور یہ منظر تالیہ کے کمرے کی کھڑکی سے صاف نظر آتا تھا۔

کھڑکی کے سامنے چھوٹی میز تھی جس کے گرد آمنے سامنے دو کرسیاں رکھی تھیں۔ وہ دونوں ان پہ بیٹھے تھے۔ جہان اپنے فون پہ کچھ دیکھ رہا تھا۔ پی کیپ اس نے نہیں پہن رکھی تھیں اور گہرے بھورے بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔ فون اسکرین پہ انگلی چلاتے ہوئے وہ گاہے بگاہے ایک سنجیدہ نظر سامنے بیٹھی تالیہ پہ ڈالتا اور واپس اپنے موبائل کو دیکھنے لگتا۔

وہ البتہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ چونکہ جہان مقابل بیٹھا تھا تو اس کے سامنے تالیہ کے لیپ ٹاپ کی پشت تھی۔ وہ بھنویں بھینچے اپنی اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

ان باکس کھلا تھا اور ای میلز کی طویل قطار آج بھی موجود تھی۔ سب سے زیادہ ای میلز ایڈم کی تھیں۔ وہ کتنی دیر چبھتی نظروں سے ان کو دیکھتی رہی پھر ایک ایک کر کے ہر ای میل کو قطار میں مارک کیا اور ڈیلیٹ کا بٹن دبا دیا۔

''اگر ای میلز ڈیلیٹ ہی کرنی ہیں تو بار بار اپنا ان باکس کیوں کھولتی ہو؟''

تالیہ نے بری طرح چونک کے سر اٹھایا۔ وہ کرسی پہ ٹیک لگائے اپنے موبائل کو دیکھتے ہوئے سرسری سا تبصرہ کر رہا تھا۔ تالیہ نے بے یقینی سے اپنی اسکرین کو دیکھا اور پھر سر جھکائے بیٹھے جہان کو۔

''تمہیں کیسے معلوم کہ میں اپنی اسکرین پہ کیا کر رہی ہوں؟ ایک منٹ ایک منٹ!''

اس کے ماتھے پہ بل پڑے اور چہرہ سرخ ہوا۔

''وہ سم جو تم نے مجھے دی تھی' وہ صرف میری لوکیشن ٹریس نہیں کر رہی تھی بلکہ تم نے اس سے میرا فون اور ای میل بھی ہیک کر لیا ہے؟ تم یہ کیسے کر سکتے ہو؟ میں نے تم پہ اعتبار کر کے تمہارے ساتھ کام کرنا شروع کیا اور تم... تم میری پرائیوسی کو بریچ کرتے رہے ہو۔'' اس کے اندر جیسے غصہ ابل ابل رہا تھا۔ ایڈم کا سارا غصہ وہ اس پہ نکال رہی تھی۔

جہان نے آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا' پھر ابرو سے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔ تالیہ نے نا سمجھی سے گردن موڑی۔

اس کے پیچھے ڈریسنگ ٹیبل کا قد آور آئینہ آویزاں تھا جو اس کے لیپ ٹاپ کی اسکرین کا عکس واضح دکھا رہا تھا۔

تالیہ نے اب کے چہرہ آہستہ سے واپس موڑا۔ گالوں کی سرخی کم ہوئی مگر وہ پھر بھی گردن کڑا کے بولی۔

''ہاں تو مجھے کیا معلوم تم آئینے میں دیکھ رہے تھے یا تم نے میری اسکرین کو اپنے موبائل پہ mirror کر رکھا ہے۔''

ہاتھ سے بال کان کے پیچھے اڑسے اور شرمندگی چھپانے کو دوبارہ کندھے اچکائے۔ مگر اسکرین فوراً سے ٹھپ بند کر دی۔ (پتہ نہیں اس نے اور کیا کیا دیکھا ہے میری اسکرین پہ)

''میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ تم کافی دیر سے ٹوئٹر پہ کسی کو اسٹاک کر رہی تھیں۔'' وہ نظریں اپنے فون پہ جھکائے پھر سے تبصرہ کر رہا تھا۔ تالیہ نے تھوک نگلا اور خفگی سے اسے دیکھا۔

''میں اپنا ٹوئٹر دیکھ رہی تھی۔ کسی اور کا نہیں۔''

''ایک نصیحت کروں' تالیہ؟ اگر تم پیچھے رہ جانے والوں سے رابطہ نہیں کرنا چاہتیں تو ان کو اسٹاک کرنا اور اپنا ان باکس کھولنا بند کر دو اور کام پہ فوکس کرو۔''

''اور میں تمہیں ایک نصیحت کروں' جہان؟'' وہ جواباً چمک کے بولی۔ ''تم مجھے میرے دوستوں کے بارے میں نصیحت نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے کہ میرے اندر اس وقت کیا چل رہا ہے' میں کن حالات سے گزر رہی ہوں اور

میرے کیا مسئلے ہیں؟"

جہان کی موبائل پہ چلتی انگلیاں تھمیں۔ آنکھیں اٹھا کے بے تاثر نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہوٹل سے نکلو اور مین بلیوارڈ سے دائیں مڑو تو دوسرے بلاک میں ایک سائیکاٹرسٹ کا کلینک ہے۔ چار پانچ سیشن لگا آؤ اس کے پاس۔ امید ہے افاقہ ہوگا۔"

تالیہ نے ضبط سے لب بھینچے اور پھر کچھ سخت کہنے ہی لگی تھی کہ جہان کے موبائل کی ٹون بجی۔ وہ تیزی سے سیدھا ہوا۔

"نیلوفر اپنی شاپ بند کر کے جا چکی ہے۔ اب اس کی شاپ میں ہم جا سکتے ہیں۔ چلو۔" وہ موبائل جیب میں ڈالتا اٹھا اور پی کیپ سر پہ جمائی۔

"ٹھہر اپنی تم وہاں سے واپس آ کے بھی کروا سکتی ہو۔ No Offence۔"

کندھے اچکا کے ازلی بے مروت انداز میں بولا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تالیہ نے محض سر جھٹکا اور اپنا بیک پیک اٹھا کے کندھے پہ ڈالا۔

آج اسے نیلوفر کی کتاب کا مسودہ مل گیا نا تو وہ اس آدمی کو فوراً فارغ کر دے گی۔ خوامخواہ وہ کیوں اس کی باتیں سنے؟

☆☆=========☆☆

رات کے سائے شہر پہ طویل ہو رہے تھے۔ نیل کے دریا پہ بنے پل پہ روشنیوں سے جگمگاتی ٹریفک میں کمی تھی۔ ایسے میں اس پوش علاقے کی اکثر دکانوں کی بتیاں گل ہو چکی تھیں۔ چند دکانیں روشن تھیں۔

نیلوفر کی اینٹیک شاپ کا گلاس ڈور اندھیر نظر آتا تھا۔ باہر کلوزڈ کا سائن منہ چڑا رہا تھا۔ اندر شاپ خالی اور تاریک تھی۔

یکدم اندر سے کسی نے گلاس والز کے بلائنڈز ایک دم گرا دیے۔ اب باہر سے اندر کا دکھائی دیتا منظر تاریک ہو گیا تھا۔

اندر.....اندھیر شاپ میں دو پینسل ٹارچز جلی تھیں۔ ایک جہان کے ہاتھ میں تھی اور وہ اس کو تنقیدی انداز میں چاروں طرف دیواروں پہ مار رہا تھا۔ اندھیرے میں محض اتنا نظر آتا تھا کہ کہنیوں تک آستین چڑھائے وہ آفس کے دروازے کو لگے لاک کو دیکھ رہا تھا۔

تالیہ نے اپنی ٹارچ کی روشنی اس دروازے کے لاک پہ پھینکی۔ پھر تنقیدی آنکھوں سے جہان کی نظروں کا تعاقب کیا جو لاک پہ جمی تھیں۔

"امید ہے تمہیں لاک پک کرنے آتے ہوں گے۔" جتا کے بولی۔ اس نے نظریں موڑ کے تالیہ کو دیکھا۔

"ہوں۔ کچھ خاص نہیں آتے۔ کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔" طنز سے بولا تو تالیہ نے کندھے اچکائے۔ وہ آگے بڑھا اور

لاک پہ ہاتھ پھیرا۔وہ پیچھے سے کھنکھاری۔

''اس طرح کے لاک کو پک کرنے کے لئے کریڈٹ کارڈ.....''

کلک کی آواز آئی تو وہ رکی۔

وہ ناب گھماتے ہوئے مڑا اور مٹھی میں دبایا کریڈٹ کارڈ اسے دکھایا۔

''کیا کہا تم نے؟ کریڈٹ کارڈ؟''اور جتا کے پنا کارڈ جیب میں ڈالا۔(وہ منہ میں کچھ بڑبڑا کے رہ گئی)

جہان نے دروازہ کھولا اور بتی جلائی۔

ایک چھوٹا مگر بدنظم سا آفس روشن ہوا۔وہ اس کو نظر انداز کر کے اندر داخل ہوئی اور تیزی سے ریک کی طرف بڑھی جہاں فائلز رکھی تھیں۔

''خدا کرے اس کا مسودہ یہیں ہو۔''

''نہیں ہوگا۔''وہ خشک انداز میں کہتا کمپیوٹر ٹیبل کی طرف لپکا۔

''تمہیں کیسے پتہ؟''وہ تیزی سے ایک ایک فائل ہٹا کے دیکھ رہی تھی۔وہاں کاغذات کے ڈھیر لگے تھے۔

''کیونکہ اس کے کریڈٹ کارڈ یا دوسرے بلز میں کسی بک شاپ سے کاغذات منگوانے کا ریکارڈ نہیں ہے۔وہ قلم کاغذ سے لکھنے والے رائٹرز میں سے نہیں ہے۔''

وہ کمپیوٹر اسکرین کو روشن کیے چیئر سنبھال چکا تھا۔تالیہ نے پلٹ کے تلخی سے اسے دیکھا۔

''مجھے بھی معلوم ہے کہ وہ ایسے ہی اپنا مسودہ نہیں چھوڑ دے گی۔میں صرف ان ریکس کے پیچھے کوئی خفیہ سیف تلاش کر رہی ہوں۔اوہ مگر تم کبھی چور رہے ہوتے تو تمہیں معلوم ہوتا۔''

وہ اب پنجوں کے بل نیچے بیٹھی ریکس کے پیچھے دیوار پہ ہاتھ پھیر رہی تھی۔جیسے ٹٹول کے محسوس کر رہی ہو۔

جہان نے جواباً صرف سر جھٹکا اور روشن مانیٹر کی طرف توجہ مبذول کر دی۔ساتھ ہی اس نے ایک یو ایس بی ڈیوائس سسٹم میں داخل کی۔

''تم ہیکر ہو؟''

''ونڈوز کا پاسورڈ کھولنا بچوں کا کام ہے۔اگر میں ہیکر ہوتا تو اس کے ای میلز بھی کھول چکا ہوتا اور مجھے یہاں نہ آنا پڑتا۔''

وہ جو دیوار پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ٹٹول کے کچھ محسوس کر رہی تھی' دفعتاً رکی۔اسے ایک آواز آئی تھی۔

قدموں کی آواز۔

جیسے ربڑ کے گیلے جوتوں سے چلو تو ان میں پھنسے پانی کے باعث چیں چیں کی آواز آتی ہے.....

قدموں کی آواز.... باری باری اٹھتے قدم.....

''شش....'' وہ تیزی سے اٹھی۔ جہان نے چونک کے گردن موڑی۔ وہ لبوں پہ انگلی رکھے سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ آنکھوں میں چوکنا پن تھا۔

''تم نے سنی یہ آواز؟''

خاموشی چھا گئی تو وہ دھیرے سے بولی۔ پھر تیزی سے باہر نکلی۔

دکان اندھیر تھی۔ اس نے بلائنڈ کی جھری سے باہر جھانکا۔

سڑک سنسان تھی۔ دکان کا دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ جیسے ابھی جہان نے کیا تھا۔ پھر وہ قدموں کی آواز کس کی تھی؟

وہ الجھن سے پلٹی تو جہان پیچھے کھڑا تھا۔ ایک دم اسے سر پہ کھڑے پا کے اسے ہلکا سا جھٹکا لگا۔ پھر گہری سانس لی۔

''کیا ہوا؟''

''مجھے لگا کوئی ہمارے تعاقب میں آ رہا ہے۔''

''اگر تمہیں کوئی خفیہ سیف نہیں مل رہا تو بہانے نہ بناؤ اور مجھے کام کرنے دو۔ میرے پاس پوری رات نہیں ہے ضائع کرنے کو۔'' سختی سے کہہ کے وہ مڑا اور اندر چلا گیا۔ تالیہ نے پریشانی سے گردن موڑ کے اندھیر دکان کو دیکھا۔ اسے واقعی آواز سنائی دی تھی۔

ایک دفعہ پھر وہ ریکس کے پیچھے دیواریں ٹٹولنے لگی۔ وہاں کوئی خفیہ سیف نہ تھا۔ اس نے کاغذات الٹائے پلٹائے۔ وہ دفتری حساب کتاب کی فائلز تھیں۔ دراز کھولے اور چیزیں کنگھالیں۔ کچھ بھی قابل ذکر نہیں تھا۔

وہ البتہ ابھی تک کمپیوٹر پہ لگا تھا۔ اس کی پشت تالیہ کی طرف تھی۔ وہ ریک میں کتابیں اور فائلز واپس جوڑ رہی تھی جب اس نے دوبارہ وہی آواز سنی۔

گیلے ربڑ کے جوتوں سے فرش پہ قدم اٹھانے کی آواز۔

وہ چونکی۔

''کوئی ہے جہان۔'' اس نے چونک کے گردن ادھر ادھر موڑی۔ ''سنو.....کوئی قدم اٹھا رہا ہے....''

کمپیوٹر کی بورڈ پہ چلتی اس کی انگلیاں تھمیں۔ وہ آہستہ سے مڑا غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ پھر کھڑا ہوا اور اسے اشارہ

کیا۔

”بیٹھو۔“

”باہر کوئی ہے۔ تمہیں آواز نہیں آ رہی کیا؟“

”تالیہ....“ وہ ذرا نرمی سے بولا۔ ”کوئی آواز نہیں ہے۔ ادھر بیٹھو۔“

”مگر مجھے سنائی دے رہی ہے۔“ اس نے پریشانی سے دروازے کو دیکھا۔ ”مجھے چیک کرنے دو۔“ وہ آگے بڑھنے لگی جب وہ آواز بند ہو گئی۔ اس نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ ”میری senses بہت شارپ ہیں۔ مجھے واقعی آواز سنائی دی تھی۔“

”لیکن میں ابھی تمہارے پیچھے آ کے کھڑا ہوا تو میرے قدموں کی آواز تمہیں نہیں آئی تھی۔“

وہ سن رہ گئی۔ بالکل شل۔

”ادھر بیٹھو۔“ اس نے کرسی آگے کی تو تالیہ کے کندھے ڈھیلے پڑے۔ وہ دھیرے سے کرسی پہ بیٹھی۔ جہان نے ایک دوسری کرسی کھینچی اور اس کے سامنے بیٹھا پھر غور سے اس کے سراسیمہ الجھے چہرے کو دیکھا۔

”کوئی آواز نہیں آ رہی ہے۔ یہ صرف تمہارے دماغ میں ہے۔“

”میں....“ اس نے لب کھول کے کچھ کہنا چاہا مگر وہی درختوں کے جھنڈ والی کیفیت خود پہ طاری ہونے لگی۔ وہی جیل کا کمرہ۔ حقان.... سلاخوں والا دروازہ.... اسے لگا اس کے ہاتھ کپکپانے لگے ہیں۔

”میرا خیال ہے تمہیں PTSD ہے۔“ وہ اتنی نرمی سے کہہ رہا تھا کہ چند لمحے وہ اس کو پہچان بھی نہ سکی کہ یہ وہی آدمی تھا۔ ”ٹراما کے بعد کا اسٹریس ڈس آرڈر۔ اسی لئے میں نے تمہیں مشورہ دیا تھا لڑکی کہ بھاگ جاؤ یہاں سے اور خود کو فکس کرو۔ ورنہ گورنمنٹ تو تمہیں ہمیشہ استعمال کرتی رہے گی۔ یہ تمہیں کبھی آزاد نہیں کریں گے۔ تم کسی ٹراما سے گزری ہو اور تمہیں یہ جاب لینے سے پہلے اپنے آپ کو ذہنی طور پہ تندرست کرنا چاہیے تھا۔“

اس نے کپکپاتے ہاتھ سختی سے باہم جکڑ کے غصے سے اسے دیکھا۔

”تمہیں لگتا ہے میرے پاس آپشن ہے؟ تمہیں لگتا ہے میں یہاں خوشی سے کام کر رہی ہوں؟“

”مگر تمہیں اپنے دوستوں کی ای میلز پڑھنی چاہیے تھیں۔“

”دوست؟ ایسے ہوتے ہیں دوست؟“ اس کا چہرہ احساسِ توہین سے سرخ ہوا۔

”میں.... میں قید میں تھی اور وہ تینوں اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ مجھے ڈھونڈنے میرے پیچھے کوئی نہیں آیا‘ جہان۔ کہاں

تھے میرے دوست جب میں مشکل میں تھی۔انہوں نے میرے لئے کوشش کیوں نہیں کی۔وہ اس سیف ہاؤس کو ڈھونڈ سکتے تھے۔داتن ڈھونڈ سکتی تھی۔ایڈم میرے لئے آواز اٹھا سکتا تھا۔اور وان فاتح.....وہ ایک دفعہ میرے لئے کوشش تو کرتے۔مگر کوئی نہیں آیا۔''

''ہر کہانی کی ایک دوسری سائیڈ بھی ہوتی ہے۔ہوسکتا ہے ان کی کوئی مجبوری ہو اور.....''

''مجبوری' مائی فٹ۔'' وہ دبا دبا سا چلائی۔''ایک انسان پہ جیل میں کیا بیتتی ہے' جب اسے اس کے اپنوں سے دور کر دیا جائے' اسے مارا جائے' اسے روز ذہنی ٹارچر سے گزارا جائے' تفتیش کے نام پہ....تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔''

وہ جو کرسی پہ آگے کو جھکے بیٹھا تھا' چند لمحے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔پھر سر کو اثبات میں خم دیا۔

''واقعی۔میں اندازہ کیسے کر سکتا ہوں۔''

تالیہ نے نفی میں سر ہلایا۔اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔

''کوئی نہیں آیا میرے لئے۔کوئی نہیں آیا تالیہ کو بچانے۔اگر وہ لوگ اس حال میں ہوتے تو تالیہ ان کے لئے آتی۔تالیہ ان کے لئے کئی دفعہ آ بھی چکی ہے۔میں ان سب کو ان کے مسئلوں سے نکال کے لائی ہوں اور جب میری باری آئی تو میں اکیلی تھی۔میں دوستوں کے لئے کس حد تک جاتی ہوں اور وہ ایک حد بھی نہ پھلانگ سکے۔کیسے دوست ہیں میرے۔'' وہ نفی میں سر ہلاتی صدمے سے کہہ رہی تھی۔''میں ان میں سے کسی کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی اب۔''

''ہوسکتا ہے انہوں نے تمہارے لئے کوشش کی ہو۔''

''نہیں کی۔کسی نے نہیں کی۔اور جانتے ہو کون کوشش کرتا میرے لئے؟'' وہ گیلی آنکھوں سے اسے دیکھ کے بولی۔

''میرے بابا۔مراد راجہ۔صرف وہ شخص کوشش کرتا میرے لئے۔غلط یا صحیح وہ کسی بھی طرح سے مجھے اس جہنم سے نکالنے کی کوشش کرتا۔''

وہ نیم روشن کمرے میں دو کرسیوں پہ آمنے سامنے بیٹھے تھے اور وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تو وہ کیوں نہیں آئے؟''

تالیہ چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔''وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔''

''اوہ۔آئی ایم سوری۔''

تالیہ نے ہولے سے سر جھٹکا۔تعزیت کرنے والے کو وہ اپنے جملے کا مطلب نہیں سمجھا سکتی تھی۔

''میرے دوستوں کے نزدیک میرا باپ ایک برا انسان ہے۔وہ بھی ٹھیک ہیں۔میرے باپ نے اپنے لوگوں سے

غداری کی؟ اپنے مفاد کے لئے اپنے دشمن سے جا ملا۔ اگر میں ایڈم کو کہوں کہ مجھے اپنے بابا سے محبت ہے تو وہ مجھ پہ حیران ہو گا۔ شاید وہ مجھے ناپسند کرنے لگے۔''

''تمہارا باپ کے غدار ہونے میں تمہارا قصور نہیں ہے' تالیہ۔ ہمارے باپ ہمیں ڈیفائن نہیں کرتے۔ ہمارے اپنے اعمال کرتے ہیں۔'' وہ آہستہ مگر مضبوط لہجے میں بولا۔ تالیہ نے دکھ بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔

''تم نہیں سمجھ سکتے۔ مجھے اپنے بابا سے بہت محبت ہے۔ مگر میں نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔ پھر بھی اگر ان کو معلوم ہوتا کہ میں قید ہوں تو وہ میرے لیے آتے۔''

وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''اٹس او کے۔ تمہیں ان سے محبت ہونی بھی چاہیے۔ ہمارے والدین کو اللہ نے ہماری پسند اور مرضی سے نہیں بنایا ہوتا۔ وہ ہمیں جن خوبیوں خامیوں کے ساتھ ملتے ہیں' ہمیں ان کو اسی طرح قبول کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے دنیا میں آنے سے پہلے بھی ان کی ایک زندگی تھی جس کے بارے میں ہم کبھی نہیں جان سکیں گے اور ہماری بھی ایک زندگی ہے جس کو وہ کبھی نہیں جان سکیں گے۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کو جیسا وہ ہے' اسی کی بنیاد پہ اس سے محبت کرنی ہوتی ہے۔''

''لیکن دوست ایک دوسرے سے ایسی غیر مشروط محبت نہیں کر سکتے۔ شاید اسی لئے میرے دوست میرے لیے نہیں آئے کیونکہ وہ مجھ جیسی کون وومن کے ساتھ اپنے نام کو داغدار نہیں کرنا چاہتے تھے۔''

وہ تکلیف سے کہہ رہی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھوں کی نمی اس کے کرب کو ظاہر کرتی تھی۔

وہ چند لمحے خاموشی سے اس کے چہرے کا مطالعہ کرتا رہا' پھر تھوڑی تلے مٹھی رکھی اور اسی طرح آگے کو جھکے بیٹھے کہنے لگا۔

''احمد نظام کہتے ہیں تم خود کو بنگارایا ملایو کہتی ہو۔ ملایا کا پھول؟''

''میں ہوں بھی!'' گیلی سانس ناک سکوڑ کے اندر کھینچی اور ٹوٹے پھوٹے فخر سے گردن اکڑانی چاہی مگر آنکھوں کی نمی..... وہ کچھ نہیں کرنے دے رہی تھی۔

''نہیں' تالیہ'' وہ سوچتے ہوئے اسے دیکھ کے کہہ رہا تھا۔ ''تم درخت ہو۔ اور میں نے ایک دفعہ ایک نظم پڑھی تھی جس نے مجھے یہ بتایا تھا کہ اگر انسان درخت جیسا ہے تو اس کے کچھ دوست پتوں جیسے ہوتے ہیں۔ بظاہر خوشنما لگنے والے یہ پتے اپنی خوراک اسی درخت سے چوس رہے ہوتے ہیں اور جیسے ہی سخت موسم آتا ہے' وہ سب سے پہلے جھڑ جاتے ہیں۔'' وہ مدھم آواز سے کہہ رہا تھا اور وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''کچھ دوست شاخوں کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں گے اور تم سے..... یعنی درخت

سے.....ساری توانائی اور خوراک لے کر جب یہ پھیلنے لگتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ درخت کا قد اور شان بڑھا رہے ہیں حالانکہ یہ صرف خود کو بڑھا رہے ہوتے ہیں۔ یہ موسم کی سختی برداشت کر لیتے ہیں مگر کوئی دوسرا آ کے ان پہ دباؤ ڈالے تو اس کا وزن نہیں سہہ سکتے اور ٹوٹ کے گر جاتے ہیں۔ ایسی کمزور شاخیں بھی ان خوشنما پتوں کی طرح بے کار ہوتی ہیں۔ تمہیں ان دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور تیسری قسم کے دوست ؟"

"وہ جڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ تمہارے قدم مضبوط کرتے ہیں۔ موسم کی تبدیلی یا لوگوں کی باتیں' کوئی بھی ان پہ اثر نہیں کرتی۔ وہ تمہیں تمہاری زمین سے جوڑے رکھتے ہیں۔ ان کو کوئی نمود و نمائش یا تعریف نہیں چاہیے ہوتی۔ وہ تم سے کوئی فائدے نہیں لیتے۔ وہ بس تمہیں گرنے سے بچانے کے لئے وہاں موجود ہوتے ہیں۔ تمہیں' تالیہ' یہ ڈیسائڈ کرنا ہے کہ تمہارے کون سے دوست پتے ہیں' کون شاخ اور کون تمہاری جڑ ہے۔"

"اور میں یہ فیصلہ کیسے کروں؟"

"تم فی الحال PTSD سے گزر رہی ہو۔ ڈپریشن میں ہو۔ اور...."

"اور اگر میں اچھی مسلمان ہوتی' تو میں اس کیفیت سے دعاؤں اور عبادتوں سے نکل آتی۔ ہے نا۔" اس نے تلخی اور خود ترسی سے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"ڈپریشن کا تعلق آپ کے اچھے مسلمان ہونے یا نہ ہونے سے نہیں ہے۔ یہ ایک بیماری ہے۔ مذہبی لوگ تمہیں بتائیں گے کہ یہ خدا سے دوری کا نتیجہ ہے۔ اور یہ نماز قرآن سے ٹھیک ہو جائے گا مگر ایسا نہیں ہوتا۔ دعا ہر چیز کے لئے ضروری ہے' اس میں بھی کرنی چاہیے مگر جیسے بخار سے کینسر تک ہر جسمانی بیماری کے لئے ہم اسکالرز کی بجائے ڈاکٹرز کے پاس جاتے ہیں ویسے ہی ڈپریشن یا PTSD کا علاج ضروری ہوتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے دل کو سکون ملتا ہے مگر یہ دماغ کی بیماری ہے۔ تمہیں تھیراپی کی ضرورت ہے۔"

"تم چاہتے ہو میں تھیراپی کرواؤں؟ یہاں؟ اس ملک میں؟" اس نے آنکھیں رگڑیں اور خفگی سے بولی۔

وہ گھما پھرا کے بات وہیں لے آیا تھا کہ سائیکاٹرسٹ سے چیک کرواؤ۔

"ہاں۔ تمہیں ایک Shrink کی ضرورت ہے جو تمہیں فکس کر سکے مگر تمہارے جیسے ذہن والے انسان کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی عام شخص کی بات نہیں سنتا۔ تمہیں کسی ایسے Shrink کی ضرورت ہے جو جانتا ہو کہ تمہارے جیسی زندگی گزارنا کیسا ہوتا ہے۔ مختلف نام۔ مختلف شناختیں.... ہر قدم پہ جھوٹ.... اپنی جان بچانے کے لئے بھاگتے رہنا.... اور ہر منٹ پکڑے

جانے کے خوف سے لڑنا.... ایک اندھے راستے پہ مسلسل چلتے رہنا۔'' اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں تو تالیہ نے گیلی پلکیں رگڑ کے غور سے اسے دیکھا۔

''اور تم جانتے ہو کہ یہ سب کیسا محسوس ہوتا ہے؟''

جہان نے آنکھیں کھولیں اور دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔ ''تم مجھے اپنا Shrink بنا سکتی ہو۔ تمہیں جو بھی کہنا ہے مجھے کہہ دیا کرو۔ آخر میں' میں تمہیں تمہارے دوستوں کے بارے میں کسی فیصلے پہ پہنچنے میں مدد دوں گا۔ میں پہلے ہی تمہارے بارے میں کافی کچھ جانتا ہوں اور قید کے بعد کا PTSD بھی سمجھ سکتا ہوں۔ تمہیں اپنے ملک اور دوستوں سے دور ایک Oulet چاہیے جہاں تم اندر ابلتی ساری فرسٹریشن کو نکال سکو۔ ٹرائی می۔ کیونکہ مجھے راز رکھنے آتے ہیں۔''

وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ وہ اس دوران پہلی دفعہ مسکرائی اور نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

''تمہاری کوئی فیملی ہے جہان؟ دوست؟ گھر والے ہیں؟'' اس نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

جواب میں اس نے گہری سانس لی۔ ''ہیں نہیں' تھے۔ مجھے بچپن میں میرے ماں باپ نے abondon کر دیا تھا۔ میں یتیم خانے میں پلا بڑھا۔ دوست نہیں بنائے مگر کالج میں ایک لڑکی پسند تھی مجھے۔ ایک حادثے میں اس کی ڈیتھ ہو گئی۔ چونکہ میں ڈرائیو کر رہا تھا تو خود کو ذمہ دار سمجھنے لگا۔ اس دکھ سے نکلنے میں مجھے عرصہ لگا اس لئے نہ شادی کی' نہ دوبارہ دوست بنائے۔''

وہ سادگی سے بتا رہا تھا۔ تالیہ چپ چاپ اسے دیکھے گئی۔

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''ظاہر ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ میں تمہارا شرنک ہوں' تم میری شرنک بننے کی کوشش نہ کرو۔ سوچنا بھی مت کہ میں تمہیں اپنے بارے میں کچھ بتاؤں گا۔''

رکھائی سے کہہ کے اٹھ گیا تو اس نے خفگی سے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔

''میں خود ہی جان لوں گی۔''

''تمہارے اس میلو ڈرامے میں بہت وقت ضائع ہو گیا ہے۔ چلو اٹھو اور اب کام کرو۔ اٹھو یہ میری جگہ ہے۔''

دوبارہ زور سے کہا تو وہ جلدی سے اٹھی۔ جہان نے سنجیدگی سے گھڑی دیکھتے ہوئے کرسی سنبھالی اور کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

وہ آنکھیں رگڑ کے جلدی جلدی ریک کے کاغذات دیکھنے لگی۔

''اس کے کمپیوٹر پہ کچھ نہیں ہے۔ای میل پاسورڈز تک نہیں ہیں۔نہ ہی کوئی ورڈ فائل ہے۔مگر...'' وہ اسکرین کو دیکھ کے کہہ رہا تھا۔''براؤزر ہسٹری میں گوگل ڈرائیو کا لنک بار بار دکھائی دے رہا ہے۔نیلوفر کافی اسمارٹ ہے۔وہ گوگل ڈرائیو پہ کتاب لکھ رہی ہے اور اسی طرح پبلشر سے شیئر کرتی ہوگی تاکہ ڈیٹا کسی بھی کمپیوٹر یا لیپ ٹاپ کے بجائے صرف گوگل پہ محفوظ رہے اور اس سال سے تو گوگل کی سیکیورٹی اتنی ٹائٹ ہو چکی ہے کہ ڈرائیو کو ہیک کرنا بہت مشکل ہے۔یہاں آنا بے کار ہی رہا۔'' وہ کمپیوٹر آف کرتے ہوئے تلخی سے کہہ رہا تھا۔

''بے کار نہیں رہا۔یہ دیکھو۔''

وہ چونک کے مڑا تو دیکھا' تالیہ ایک میگزین کھولے کھڑی تھی۔وہ اٹھا اور اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔پھر اس رسالے کو دیکھا۔وہ ملائیشیا کا ایک سیاسی میگزین تھا اور اس کے سرورق پہ داتو سری عبدالرحمن کی تصویر تھی۔تصویر پہ سرخ پین سے بے تحاشا کانٹے لگا کے چہرہ مسخ کیا گیا تھا۔تالیہ دھیرے دھیرے صفحے پلٹا رہی تھی۔ہر وہ صفحہ جہاں عبدالرحمن اس کی پہلی بیوی اور صوفیہ کی تصویر ہوتی وہاں سرخ کانٹے لگے ہوتے۔اتنی دفعہ رگڑ رگڑ کے کھینچی سرخ لکیروں نے کئی جگہ سے صفحے کو پھاڑ بھی دیا تھا۔

''اس میں کیا خاص بات ہے۔وہ اس خاندان کی نفرت میں ہی کتاب لکھ رہی ہے' سب کو معلوم ہے۔''

تالیہ نے میگزین بند کیا اور سنجیدہ چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

''نہیں۔یہ صرف نفرت نہیں ہے۔کوئی صرف نفرت میں یہ نہیں کرتا۔یہ غصہ' نفرت' انتقام سب کچھ ہے اور جو عورت اس طرح دو سال سے داتو سری کے خلاف روز ایک گھنٹے لگا کے کتاب لکھتی ہے' اس عورت کو ہم خاموش نہیں کرا سکتے۔پیسہ دے کر یا ڈرا دھمکا کے اس کے ذہن سے اس کتاب کو نہیں نکال سکتے۔ہم نیلوفر بخت کو نہیں روک سکتے۔''

''تو ہمیں اس کے پبلشر کو روکنا ہوگا۔'' وہ سمجھ رہا تھا۔

''ہاں۔اب ہمیں نیلوفر کے پبلشر کو استعمال کرنا ہوگا۔''

''اور اس سب کے لئے ہمیں پہلے یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کا پبلشر ہے کون۔''

وہ جتا کے کہہ رہا تھا۔خاموش نیم روشن آفس کی دیواریں ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں جو واپس Square ون پہ آ کھڑے تھے' جہاں سے شروع ہوئے تھے۔

نیلوفر بخت کا پبلشر کون تھا جو ہر ممکنہ ہرجانے کے خطرے کو نظر انداز کیے' اس کی کتاب چھاپنے کو تیار تھا؟ جو سب کچھ داؤ پہ لگا کے عبدالرحمن کے خاندان کو تباہ کرنے کے لئے نیلوفر کا ہم رکاب ہو؟

ایسا شخص کون ہو سکتا تھا؟

اس سوال کا جواب دونوں میں سے کسی کے پاس نہیں تھا۔ آفس کی دیواریں بھی اپنے راز چھپائے خاموشی سے کھڑی تھیں۔

☆☆=========☆☆

نیل کا پانی اس صبح دھوپ سے چمک چمک رہا تھا۔ دریا کے وسط میں ساحرہ منروا اپنے پورے حجم کے ساتھ تیرتی دکھائی دے رہی تھی۔ جہاز پہ سوار مہمان کمروں میں بیٹھے کھڑکیوں سے پانی کو دیکھتے سفر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایسے میں اگر کسی کو وسط سفر میں سوار ہونا ہوتا تو وہ چھوٹی سی کشتی میں آتا اور جہاز میں سوار ہو جاتا مگر یہ سہولت بہت مشکل سے میسر آتی تھی۔ البتہ یہ جہان کو یہ آسانی سے حاصل تھی کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ اسے روز دوپہر میں شہر واپس جانا ہوگا دو تین گھنٹے کے لئے۔

"کیوں؟ تمہارا ہر روز ایسا کیا کام ہوتا ہے شہر میں؟"

وہ دونوں تالیہ کے کمرے میں آمنے سامنے کھڑے تھے اور وہ مشکوک انداز میں پوچھ رہی تھی۔ وہ ابھی ابھی آیا تھا جبکہ وہ صبح سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"مکینک ہوں۔ پیسے بھی تو کمانے ہوتے ہیں۔ روز کے دو تین گھنٹے کام ضروری ہوتا ہے۔ باقی سارا دن تو تمہیں دے رہا ہوں نا" وہ آج بھی اپنی پی کیپ سر پہ جمائے کہنیوں تک آستین فولڈ کیے جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سامنے کھڑا سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ رات والے جہان سے بالکل مختلف۔

"ہاں بالکل تم مکینک ہو۔" وہ طنز سے مسکرا کے بولی۔

تالیہ کا منروا کروز میں موجود یہ کمرہ کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرے جیسا تھا۔ ایک طرف ڈبل بیڈ بچھا تھا۔ دوسری طرف اٹیچ باتھ۔ اور گول کھڑکی کے آگے آمنے سامنے کرسیاں میز رکھی تھیں۔ کھڑکی سے دور تک بہتا دریا دکھائی دیتا تھا۔ ایک دروازہ باہر گیلری میں بھی کھلتا تھا جہاں کھڑے ہو کے نیچے بہتا دریا دیکھا جا سکتا تھا۔

"اب تم آ ہی گئے ہو تو پلان دہرا لیں؟" وہ کان میں ننھا ائیر پیس جماتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"مجھے ویسے تمہارے پلان کی کامیابی کا اتنا یقین نہیں ہے۔" وہ ناخوش لگ رہا تھا۔ جواباً تالیہ نے سیاہ کوٹ بیڈ سے اٹھاتے ہوئے شانے اچکائے۔

"تالیہ کے پاس ہمیشہ اگلا پلان بھی ہوتا ہے۔" کوٹ پہن کے اس نے ایک والٹ اٹھایا اور اندر موجود کارڈ سامنے لہرایا

"میں اس ہوٹل کی ایک جونیئر مینیجر ہوں اور میں اس وقت نیلوفر کے کمرے میں روم سروس کے حوالے سے جاؤں گی۔ وہ کمرے میں نہیں ہوگی بلکہ ہوٹل کی چھت پہ.....۔"

"او تیل...،" اس نے تصحیح کی تو وہ بولتے بولتے رکی۔ پھر لہجے کو عربی بنا کے بولی۔

"وہ او تیل کی چھت پہ کیفے میں ہوگی۔ اس وقت اس کا روم خالی ہوگا۔ میں کمرے کی انسپکشن کروں گی کیونکہ گیس لیکج کے خطرے کی اطلاع ہمیں ملی ہے۔ اس بہانے میں اس کا کمرہ چیک کرلوں گی۔"

"اور اگر وہ آگئی؟"

"اسی لئے تو یہ کارڈ بنوایا ہے۔ میں او تیل کی ملازمہ ہوں۔ جونیئر مینیجر سلمیٰ ابراہیم۔"

گردن کڑا کے مسکرائی۔ سیاہ اسکرٹ اور سفید بلاؤز پہ سیاہ کوٹ پہنے' وہ سیاہ باب کٹ بالوں کو چہرے کے دونوں اطراف میں گرائے' سبز آنکھوں کے ساتھ مطمئن نظر آرہی تھی۔ کل ہی اس نے بال ماتھے سے کٹوائے تھے۔ جہان نے اسی ناخوشی سے اسے دیکھا۔

"اگر اس نے تمہیں پہچان لیا؟"

"اول تو میں اتنی مشہور نہیں ہوں۔ وان فاتح کی کیمپئین مینیجر تھی اور دو تین دفعہ ہی خبروں کی زینت بنی ہوں۔ دوسرا میرا حلیہ اور پھر یہ bangs (ماتھے کی طرف اشارہ کیا) بہت مختلف ہے۔ وہ نہ مجھے جانتی ہوگی نہ مجھے پہچانے گی۔ ریلیکس۔"

مسکرا کے اس کو تسلی دی۔ جہان نے صرف سر کو خم دیا اور کان میں لگے آلے کو دبایا۔

"میں اوپر کیفے میں ہوں گا۔ وہ آئی تو تمہیں اطلاع کروں گا۔ اور سی سی ٹی وی کو میں نے پہلے ہی بلاک کر دیا ہے۔" پھر کلائی کی گھڑی دیکھی۔ "تمہارے پاس اس کا کمرہ چھاننے کے لئے زیادہ سے زیادہ دس منٹ ہوں گے۔"

"میں نو منٹ میں فارغ ہو جاؤں گی۔" وہ مسکرا کے آگے بڑھ گئی۔ وہ قدرے فکرمند نظروں سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

نیلوفر کا کمرہ تیسرے فلور پہ تھا۔ کاریڈور میں خاموشی تھی اور کمرے کے اندر تالیہ دستانے پہنے تیزی سے سامان کھنگال رہی تھی۔ کان میں سے مسلسل آواز آرہی تھی۔

"وہ کیفے سے اٹھ گئی ہے۔ جلدی کام ختم کرو۔" وہ جھڑک رہا تھا۔

"ڈونٹ وری۔ کچھ نہیں ہوگا۔" وہ اس کا سفری سوٹ کیس کھول کے احتیاط سے چیک کر رہی تھی۔

"وہ لفٹ کی طرف جا رہی ہے۔ نکلو وہاں سے۔"

"صرف ایک الماری رہ گئی ہے۔" وہ دوڑ کے الماری تک گئی اور اسے کھولا۔ پھر چیزیں الٹا پلٹا کے دیکھنے لگی۔

"وہ نیچے آرہی ہے۔ کسی بھی وقت تمہارے سر پہ ہوگی۔"

"میرے کان میں مت چیخو۔ میں یہ پہلی دفعہ نہیں کر رہی۔" وہ تیز تیز کچھ کاغذات کی موبائل سے تصاویر بنا رہی تھی۔

پھر وہ کمرہ بند کر کے باہر نکلی، کوٹ ٹھیک کیا۔ اور کاریڈور میں آگے بڑھی ہی تھی کہ سامنے سے نیلوفر آتی دکھائی دی۔ تالیہ بظاہر سر جھکائے میسج ٹائپ کرتی چلتی گئی۔ نیلوفر کے پیچھے کاریڈور کے سرے پہ کیپ والا آدمی، جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا فکر مندی سے ادھر ہی دیکھ رہا تھا مگر صد شکر کہ نیلوفر نے تالیہ کو اپنے کمرے سے نکلتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ تالیہ کو کراس کر کے اپنے دروازے تک چلی گئی۔

پھر ایک دم رکی اور مڑی۔

تالیہ کے کان اس کے قدموں کی آہٹ پہ لگے تھے۔ اس نے موبائل جیب میں ڈالا اور اپنا مینیجر والا کارڈ بروقت نکالنے کے لئے جیب پہ ہاتھ رکھا۔

"تالیہ؟ یہ تم ہو نا؟ تالیہ مراد؟"

نیلوفر کی چہکتی آواز اسے سُن کر گئی۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب پہ ٹھہر گیا۔

نیلوفر اس کی پشت پہ تھی۔ ہیل سے ٹھک ٹھک چلتی اس کے پیچھے آئی۔ تالیہ کو مڑنا بھی نہیں پڑا اور نیلوفر بخت خوشگوار حیرت بھرا چہرہ لئے اس کے سامنے آئی۔

"تم تالیہ ہو نا؟ وان فاتح کی مینیجر؟ اور پہلے اس کی باڈی وومن بھی تھیں۔"

تالیہ نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھ کے پہچاننے کی کوشش کی پھر چہرے پہ ایک دم حیرت لے آئی۔

"ارے آپ نیلوفر ہیں نا؟ نیلوفر بخت۔"

"آف کورس۔" نیلوفر آگے بڑھی اور اس کو گلے لگا لیا۔ اس سے ملتے ہوئے تالیہ نے دور کھڑے جہان کو دیکھ کے آنکھیں بے یقینی سے پھیلائے ہونٹوں کو بے آواز "I had no idea" کے الفاظ میں گھمایا۔ اس نے ملامتی نظروں سے تالیہ کو دیکھتے سر جھٹکا۔

تالیہ گلے مل کے الگ ہوئی اور اگلے ہی لمحے مسکرا کے بولی۔ "مادام نیلوفر.... اتنا اچھا لگ رہا ہے آپ سے مل کے۔ میں تو آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔"

"اور مجھے بھی تم بہت پسند ہو۔ یہ بالوں کو کیا کیا؟ خیر اچھے لگ رہے ہیں اس طرح بھی۔ آؤ میرے ساتھ کافی پیو۔ کیفے چلتے ہیں۔ یا میرے روم میں؟"

''آپ کا روم ٹھیک رہے گا۔''

نیلوفر بڑی محبت سے اس کا ہاتھ پکڑے اسے کمرے کی طرف لے جانے لگی۔ تالیہ نے ایک بے بس نظر کونے پہ ڈالی۔ وہ اب وہاں نہیں تھا البتہ اس کے کان میں اس کی غصے بھری آواز گونجی تھی۔

''اگلی دفعہ جب میں کسی کام سے روکوں تو سن لینا۔''

☆☆==========☆☆

نیلوفر کے کمرے کی کوئی بھی شے اپنی جگہ سے ہلی ہوئی نہیں تھی۔ نفاست سے سجے بیڈ کے سامنے ایک سٹنگ ایریا تھا جس میں تالیہ کے کمرے کی طرح گول کھڑکی بنی تھی۔ وہ دونوں وہاں رکھی کرسیوں پہ آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔ تالیہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھی غور سے سامنے براجمان نیلوفر کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے اپنی عمر کا لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے سفید منی اسکرٹ کے اوپر سرخ کوٹ پہن رکھا تھا۔ بال کھلے تھے اور لبوں پہ سرخ لپ اسٹک تھی۔ پیروں میں سرخ ہیلز۔ اب وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے سر جھکائے مینیو کارڈ پڑھ رہی تھی۔

''تم کیا لوگی؟ یہاں کی کیپی چینو اچھی ہے۔''

تالیہ بدقت مسکرائی۔ ''نہیں۔ میں موکا لوں گی۔''

''چلو میں بھی وہی لوں گی۔''

اس نے مسکرا کے مینیو رکھا اور اٹھ کے فون پہ آرڈر دیا' پھر واپس ٹیک لگا کے ٹانگ پہ ٹانگ جمائی۔

''تو تم یہاں قاہرہ میں کیا کر رہی ہو؟'' نیلوفر دلچسپی سے اس کو دیکھ کے پوچھ رہی تھی۔

''میں اہرام دیکھنے آئی تھی مگر طبیعت اتنی مکدر تھی آج کل کہ بس ستی سے اس کروز پہ سوار ہو گئی۔ یہ خود ہی چلتی جائے' مجھے سارا شہر دکھاتی جائے' اور مجھے کچھ نہ کرنا پڑے۔'' تالیہ بظاہر کاہلی اور بےزاری سے بولی۔ محتاط نظریں نیلوفر کے چہرے پہ جمی تھیں۔

''Aww'' نیلوفر نے پیار بھری فکرمندی سے لب گول کیے۔ ''مگر کیوں' ہنی؟''

''کیوں؟.... پتہ نہیں۔ شاید میں اکیلی ہوں اور...'' مسکراہٹ لبوں پہ روکی۔ ''یہاں کوئی ہے نہیں جو مجھے شہر دکھائے یا گھمائے پھرائے۔ مصر کے لوگ ویسے بھی بہت کنجوس اور غریب واقع ہوئے ہیں۔''

''غریب'' تک تو ٹھیک ہے مگر کنجوس کس کو کہا؟ کل دو دفعہ کیب کا کرایہ میں نے دیا تھا۔''

برہم آواز کان میں گونجی مگر وہ نیلوفر کو دیکھتی اسی سادگی سے کہتی گئی۔

''اور تو اور یہاں کے لوگ عجیب بدلحاظ بھی ہیں۔ سیدھی زبان میں کوئی بات ہی نہیں کرتے۔''

''ہے نا' تالیہ۔ مجھے بھی یہاں کے لوگ بہت ڈرائی سے لگتے ہیں۔ ہمارے ملائیشیاء والی بات نہیں ہے نا۔ آئی لو کے ایل۔ (مجھے کے ایل سے عشق ہے۔)'' اس نے بے اختیار کہا تو تالیہ نے مسکرا کے سر ہلایا۔

''وہی تو نیلوفر۔ یہاں کے لوگ بات بات پہ پیسے مانگتے ہیں۔ پیسے نہ دو تو ناراض ہو کے آپ کو اکیلا چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔''

''کتنے پیسے دیے ہیں اب تک تم نے مجھے؟ زیرو۔'' وہ اس کے کان میں مزید برہم ہوا۔

''تم نئی ہونا۔ نئے سیاحوں کو یہ لوگ ایسے ہی لوٹتے ہیں۔'' نیلوفر ہمدردی سے کہہ رہی تھی۔

''کل تو مجھے ایک جعلی سائیکاٹرسٹ مل گیا۔'' وہ رازدارانہ انداز میں بتانے لگی۔ ''میں کسی بات پہ پھٹ پڑی تو مجھے مشورہ دینے لگ گیا کہ تمہیں تھیراپی کی ضرورت ہے حالانکہ مجھ سے زیادہ نفسیاتی مسائل کا شکار تو وہ خود لگ رہا تھا۔''

''تم اپنی نئی بیسٹ فرینڈ پہ فوکس کرو... ذاتیات پہ نہ اترو۔'' وہ اب کے غرایا تو تالیہ کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھرنے لگی جسے اس نے بدقت روکا۔ ادھر نیلوفر کہہ رہی تھی۔

''اوہ تالیہ.... یہ سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔''

ویٹر ناک کر کے اندر آیا اور کافی رکھی مگر نیلوفر آہ بھر کے اسی طرح بولتی جا رہی تھی۔

''یہ عورت کو خود مختار نہیں دیکھ سکتے۔ اور مجھے لگتا ہے تم ڈپریشن کا شکار ہو۔ (تالیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی) میں بھی ایسی ہی ہو گئی تھی جب عبدالرحمن نے الیکشن جیتا اور میں فرسٹ لیڈی بن گئی۔'' اس نے کپ اٹھایا اور ایک گھونٹ بھرا' پھر اسی طرح بتانے لگی۔

''مگر دیکھو اس نے میرے ساتھ کیا کیا؟ اس کی ساری کیمپئین میں نے چلائی۔ اپنے شوہر کو ہر مقام پہ سپورٹ کیا۔ اس کے لئے میڈیا والوں کی باتیں سنیں۔ اور جیسے ہی وہ الیکشن جیتا' اس نے مجھے کسی فرنیچر کی طرح گھر کے کونے میں ڈال دیا۔ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتیں کہ یہ کیا فیلنگ ہوتی ہے۔''

تالیہ نے اپنا کپ اٹھایا اور لبوں سے لگاتے ہوئے خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

''یہ سیاستدان یہی صلہ دیتے ہیں ہم جیسی عورتوں کو۔ ہم ان کے ساتھ کھڑی ہوتی ہیں تالیہ.... ان کے لئے راتوں کو جاگ کے کام کرتی ہیں۔ اور یہ... یہ آخر میں اپنے ساتھ پوڈیم پہ اپنی پہلی بیوی اور اس کی بیٹی کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ دوسری بیوی کبھی ان کی اصل فیملی نہیں بن سکتی۔ پہلی کے بچے.... پہلی کی میراث۔ بس یہ اسی کو مانتے ہیں۔''

کافی کا تلخ، گرم گھونٹ اس نے اندر اتارا تو وہ اس کا حلق تک جلا گیا۔ مگر تالیہ نے ذرا توقف سے دوسرا گھونٹ بھی بھرلیا۔ اندر تو سب پہلے سے جلا ہوا تھا۔ مزید کتنا جلے گا؟

"مگر میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں تالیہ جو چپ کر کے بیٹھ جائیں۔ عبدالرحمٰن کو میں نے اس لئے چھوڑا کیونکہ وہ ملک کے ساتھ دھوکا کر رہا تھا۔ یہ آف شور کمپنیز' یہ کرپشن' یہ سب معلوم تھا مجھے اور میں اسے روکتی تھی مگر نہیں۔ وہ نہیں سنتا تھا۔" وہ بے بسی بھرے افسوس سے کہہ رہی تھی۔

"تو آپ دونوں کی علیحدگی اس لئے ہوئی کیونکہ وہ اپنے عوام کو دھوکہ دے رہے تھے؟"

"دیکھو یہ صرف ایک وجہ نہیں تھی۔ بہت وجوہات تھیں مگر کچھ تم کتاب کے لئے بھی رہنے دو نا۔" مسکرا کے پیالی سے گھونٹ بھرا تو تالیہ بدقت مسکرائی۔

"تو آپ کی کتاب واقعی آ رہی ہے؟"

"آف کورس۔ اور میں نے اس میں تمہارا نام بھی لکھا ہے۔ ایک منٹ۔"

نیلوفر نے کپ رکھا اور کلچ سے موبائل نکالا۔ کچھ دیر اسکرین پہ انگلی پھیرتی رہی' پھر آگے کو جھک کے اسکرین اسے اس طرح دکھائی کہ موبائل ہاتھ میں پکڑے رکھا۔

تالیہ نے چہرہ جھکا کے دیکھا۔ صفحہ نمبر نظر آیا۔ گوگل ڈرائیو۔ باب کا نام۔ اور ایک پیراگراف جو سامنے تھا اس میں تالیہ کا نام۔ اس نے تیزی سے نظریں دوڑاتے صفحے کو پڑھنا چاہا مگر نیلوفر شرارت سے مسکرا کے فون واپس موڑ گئی۔

"اب کیا لکھا ہے میں نے یہ تو تم کتاب میں ہی پڑھ سکو گی۔"

"اوہ آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتیں کہ آپ کی کتاب پڑھنے کے لئے میں کتنی ایکسائٹڈ ہوں۔" وہ مسکرا کے بولی۔

(میں بھی!) وہ اس کی سماعتوں میں ابھی تک بول رہا تھا۔

"اوہ میری جان۔ تمہیں تو میں آٹوگراف کاپی بھیجوں گی۔ جس طرح تم نے صوفیہ رحمٰن کو اس میوزیم میں وان فاتح کے سامنے لا کے ڈی بیٹ کروائی تھی نا' تم نے میرا دل جیت لیا۔"

تالیہ نے مسکرا کے کپ فضا میں بلند کیا۔ "دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے' نیلوفر جی۔"

"ہاں۔ آئی وش وان فاتح میرے لئے اسٹینڈ لیتے تو ہم مل کے صوفیہ رحمٰن کا صفایا کر دیتے۔ خیر اب بھی اتنی دیر نہیں ہوئی۔" نیلوفر نے بظاہر سرسری سا کہتے ہوئے گھونٹ بھرا تو تالیہ مسکرائی۔

"کیوں نہیں نیلوفر جی۔ میں ان سے بات کروں گی۔ ان کو آپ کی کتاب کی پروموشن کرنی چاہیے۔ مگر۔" لہجے کو

فکرمندانہ بنایا۔"آپ یوں کتاب لئے گھوم رہی ہیں فون پہ کسی نے فون چرا کے حاصل کر لی تو؟"

"ارے میری جان.... تین تین لیئرز کے پاسورڈ ہیں اس پہ۔ اور کوئی اسے بریک نہیں کر سکتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر صوفیہ خطرناک عورت ہے۔ آئی ایم شیور اس نے آپ کے پیچھے لوگ لگا رکھے ہوں گے۔"

"یہ لوگ مجھے ان ہتھکنڈوں سے خاموش نہیں کرا سکتے' تالیہ۔ میں نے اللہ پہ چھوڑا ہے ان کا معاملہ۔ تم دیکھنا اللہ تعالیٰ میرا ساتھ دے گا اور ان کو عوام کے سامنے میرے ذریعے بے نقاب کرے گا۔"

"مگر اللہ تعالیٰ نے حفاظتی تدابیر کرنے کا بھی تو فرمایا ہے نا۔" وہ بدستور فکرمند تھی۔"اگر جو یہ لوگ آپ کے پبلشر کو اپروچ کریں تو؟"

(گڈ۔ اب تم ٹریک پہ جا رہی ہو' کون وومن۔) ایک تو اس کے تبصرے۔

نیلوفر ہنس دی۔"پچھلے ماہ کے اینڈ میں مقیم میرے رشتے داروں کو ڈرا دھمکا کے صوفیہ کا ایک انٹیلی جنس آفیسر پتا کروا رہا تھا کہ نیلوفر کے پبلشر کا نام بتا دو۔ مگر میرے رشتے داروں کو معلوم ہی نہ تھا تو کیسے بتاتے۔ انہوں نے مجھے ڈرانے کی بہت کوشش کی۔ اب البتہ خاموش ہو گئے ہیں۔" وہ کندھے اچکا کے مسکرا کے کہہ رہی تھی۔

"آپ کا پبلشر قابل بھروسہ تو ہے نا؟ اگر جو انہوں نے اس کا نام معلوم کر کے اس کو خرید لیا تو؟"

"ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ کوئی ملے تھوڑی ہے۔ نہ وہ ایشین ہے۔ وہ گورا ہے اور گورے ان معاملات میں کانٹریکٹ اور Ethics کے بے حد پابند ہوتے ہیں۔ باقی اللہ مالک ہے۔" نیلوفر بالکل شانت تھی۔

"آپ درست کہہ رہی ہیں۔ آپ کا اللہ پہ ایمان مجھے بہت اچھا لگا۔"

"بس دیکھ لو تالیہ۔ انہوں نے جو بھی کیا میرے ساتھ' میں ڈٹی رہی۔ پتہ ہے عبدالرحمن نے ایک دفعہ...." اس کے پاس سنانے کو بہت قصے تھے اور دوپہر ابھی جواں تھی۔ تالیہ نے بدقت جمائی روکی اور سننے لگی....

"دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے' یہ واحد چیز تھی جس نے تمہیں آج بچایا ہے' کون وومن۔"

وہ کمرے میں واپس آئی تو وہ سامنے ٹانگ پہ ٹانگ جمائے کرسی پہ بیٹھا برہمی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پی کیپ اتار رکھی تھی اور بھورے بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔ تالیہ نے شانے اچکائے۔

"ریلیکس۔ اسے مجھ پہ شک نہیں ہوا۔ بلکہ مجھے چند باتیں مزید معلوم ہوئی ہیں۔"

"سن لی ہیں میں نے ساری باتیں۔ وہ پبلشر کے ذکر کے قریب بھی نہیں جا رہی تھی اور نہ ہی ہم اس کا فون چرا کے کتاب اس میں سے حاصل کر سکتے ہیں۔"

وہ چپ چاپ سامنے والی کرسی پہ آ کے بیٹھ گئی اور گول شیشے نما کھڑکی سے باہر پھیلا نیلا دریا دیکھنے لگی۔ دوپہر ڈھل رہی تھی اور پانی کی سنہری چمک ماند ہو گئی تھی۔ ایک عجیب اداسی تھی جو وہاں بکھری تھی۔

''اب آگے کیا کرنا ہے؟ اس کے روم سے تو کچھ نہیں ملا۔'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''کوئی اور پلان بنا لیں گے۔ اب صوفیہ کے خاندان کی عزت بچانے کے لئے اس کی سائیڈ لی ہے تو کچھ تو کرنی لوں گی۔'' تلخی سے کہتی وہ باہر دیکھ رہی تھی۔ جہان نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی اور آگے کو جھک کے غور سے اسے دیکھا۔

''تالیہ؟''

''سن رہی ہوں۔'' اس کی اداس آنکھیں دریا پہ جمی تھیں۔

''تمہیں لگتا ہے تم اس کی کتاب چرا کے غلط کر رہی ہو۔'' نرمی سے پوچھا تو تالیہ نے اس کی طرف چہرہ گھمایا۔

''وہ ایک ٹوٹی ہوئی عورت ہے' جہان۔ اس نے ایک سیاستدان سے شادی کی' اس کے لئے کھڑی ہوئی' اس کے لئے کام کیا اور اس نے کیا کیا اس کے ساتھ؟ استعمال کر کے دیوار سے لگا دیا؟ دو سال سے وہ عورت اپنی کتاب لکھ رہی ہے تاکہ لوگوں کو بتائے کہ یہ بڑے لوگ کیا کرتے ہیں عورتوں کے ساتھ۔ اور میں وہ اس سے چھیننے جا رہی ہوں۔ مجھے نہیں پتہ میں درست کر رہی ہوں یا غلط۔''

وہ پھٹ پڑی تھی۔ وہ اسے اسی طرح غور سے دیکھے گیا۔

''یہ داتو سری عبدالرحمن کیسا آدمی تھا؟ بے وقوف اور جلد باز؟''

تالیہ نے اکتاہٹ سے اسے دیکھا۔ ''تمہاری معلومات ملائیشیا کی سیاست کے بارے میں بالکل درست نہیں ہیں۔ عبدالرحمن بہت شاطر اور عقلمند آدمی تھا۔ دور کی پلاننگ کرتا تھا۔ اتنی کرپشن کی مگر دامن پہ ایک چھینٹا تک نہیں پڑنے دیا۔''

''تو پھر وہ اتنے سال ایک عورت کے ہاتھوں بلیک میل کیوں ہوتا رہا؟ بلکہ اس نے ایسی عورت سے شادی ہی کیوں کی جو چار دیواری کے اندر کی باتوں کو باہر نکال دینے والی تھی۔''

وہ چپ ہو گئی۔ ''اس کو کیا معلوم تھا کہ آگے یہ سب ہو گا....''

''دیکھا جائے تو وہ تم سے بڑا چور تھا' تالیہ۔ No Offence (دونوں ہاتھ اٹھا کے اضافہ کیا) مگر اس نے اتنے سال اس عورت پہ بھروسہ بھی کیا' شادی بھی کی اور بعد میں اس کا منہ بند کرنے کے لئے اسے پیسے بھی دیتا رہا۔ تم نے اس عورت کے ساتھ صرف ایک کافی پی ہے اور اس کی دکھی کہانی سے متاثر ہو گئیں۔ وہ اتنا گھاگ آدمی اتنے سال بے وقوف بنتا رہا اور اب اس کی اولاد اس کی غلطی کی سزا کاٹ رہی ہے۔''

وہ چونک کے اسے دیکھنے لگی۔ ”تم یہ کہہ رہے ہو کہ میں...“

”میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس عورت کو اپنی بات کو کسی کے دل میں اتارنے کا طریقہ آتا ہے۔ کچھ گُن تو ہوں گے اس میں، کوئی تو باتوں کا ہنر ہوگا جو عبدالرحمٰن کو اس نے اتنے سال استعمال کیا مگر صوفیہ کو نہیں کر سکی۔ وہ تمہیں جانتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ تم نے اپنے لیڈر کے لیے کام کرنا چھوڑ دیا ہے تو اسے لگا ہوگا کہ تم اپنے لیڈر اور اس کی بیوی کے درمیان ”دوسری عورت“ ہو۔ اس نے تمہاری اسی کمزوری کو استعمال کیا اور تمہارے...“

”میرے ذریعے فاتح صاحب کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی، میں جانتی ہوں، سب سمجھتی ہوں مگر...“

”مگر ساتھ ہی اس نے ایسی باتیں کہیں جن سے تم ریلیٹ کر سکو۔ ایسی باتیں ہماری جج منٹ کو ڈھانپ دیتی ہیں اور ہم سامنے والے کو درست جج نہیں کر پاتے۔“

تالیہ نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ ”She got to my head“

”تمہارا آئی کیو کتنا ہے، تالیہ؟“ وہ غور سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

”پتہ نہیں۔“ اس نے شانے اچکائے۔ ”کبھی چیک نہیں کیا۔ تمہارا کتنا ہے؟ دو سو؟“

”اس سے فرق نہیں پڑتا کہ ہمارا IQ کتنا ہوتا ہے۔ فرق اس سے پڑتا ہے کہ ہمارا EQ کتنا ہے۔ تمہیں میرے سوال کے جواب میں یہ کہنا چاہیے تھا مگر تم نے نہیں کہا۔“

”ای کیو؟“ اس نے تعجب سے ابرو اٹھائی۔

”ہاں۔ ای کیو۔ یعنی ایموشنل کوشنٹ۔ اپنے جذبات اور احساسات کو سمجھ کے خود کو اسٹریس سے نکالنے کی صلاحیت۔ یہ انٹیلی جنس کوشنٹ (آئی کیو) سے زیادہ ضروری ہوتی ہے ایک مثبت زندگی گزارنے کے لیے۔ تمہیں اپنا ای کیو بڑھانے کی ضرورت ہے۔“ وہ نرمی مگر فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔

”تو میں کیا کروں؟“ اس مقام پہ آ کے وہ بے بس ہو جاتی تھی۔

”فی الحال تو کچھ مت کرو۔ بس اتنا کرو کہ جاؤ اور آدھے منٹ کے لیے اپنا منہ ٹھنڈے پانی کے پیالے میں ڈبو کے آؤ۔ اور پھر اپنے آپ کو بار بار بتاؤ کہ تم نیلوفر جیسی نہیں ہو، نہ اس کی کہانی تم جیسی ہے۔“ پھر وہ پیچھے ہو کے بیٹھ گیا جیسے اس کے اٹھنے کا منتظر ہو۔ وہ بنا کچھ کہے اٹھی اور باتھ روم میں۔ ٹھنڈے پانی کا نل کھولا اور سنک میں پانی بھرا۔

اس کے اردگرد وہی چھوٹا کمرہ اور اونچی چھت حائل ہونے لگے تھے۔ سلاخوں سے بنا دروازہ سامنے تھا۔ وہ ٹھنڈی دیوار سے کمر لگائے، گھٹنوں کو سینے سے لگائے خوفزدہ بیٹھی تھی۔

ایک جھٹکے سے اس نے اپنا چہرہ ٹھنڈے پانی میں ڈال دیا۔

(میں نیلوفر نہیں ہوں۔ میں اس جیل میں نہیں ہوں۔)

برف کی طرح یخ پانی اس کے جیسے سارے جسم میں داخل ہو گیا تھا۔

(میں اس جیل میں نہیں ہوں۔ میں آزاد ہوں۔)

یخ بستہ ہوا گویا اس کی ہڈیوں میں گھس رہی تھی۔ وہ سانس روکے پانی میں چہرہ ڈالے جھکے کھڑی تھی۔

(میں کسی دوست کی محتاج نہیں ہوں۔ میں اپنی آزادی لے کر رہوں گی۔ چاہے راستے میں ایک نیلوفر آئے یا دس۔)

ایک زوردار کراہ سے اس نے چہرہ اوپر کھینچا۔ پھر آئینے میں خود دیکھا۔ گیلے بال۔ جامنی پڑتے ہونٹ۔ ششدر سا چہرہ۔

کچھ دیر بعد وہ چہرہ خشک کیے سنجیدہ سی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

''تمہیں آگے چھ دن نیلوفر کے ساتھ گزارنے ہیں۔ اور تمہیں یہ یاد رکھنا ہے کہ تم اس جیسی نہیں ہو۔ تم اپنے لیڈر کی زندگی میں رہو یا نہ رہو، تم اس کو کبھی بلیک میل نہیں کرو گی۔ تم وقار سے الگ ہونا پسند کرو گی جبکہ اس نے ایسا نہیں کیا۔''

''کیونکہ اس عورت میں نہ کوئی dignity ہے نہ کسی کی عزت کا خیال۔ وہ ویٹر، باریستا ہر ایک کی موجودگی میں اپنے دکھ سنانے بیٹھ جاتی ہے۔'' وہ تلخی سے بول رہی تھی۔ دماغ کو ٹھنڈک ملی تھی تو اندر تک سکون آ گیا تھا۔

''دکھ اشتہار لگانے کے لئے نہیں ہوتے اور جو لوگ ان کا اس طرح اشتہار لگاتے ہیں وہ صرف ان سے کمائی کرنا چاہتے ہیں۔ تم نیلوفر بخت نہیں ہو گی۔ تم اپنے ایموشنز کو اپنے کام سے الگ رکھو۔ اپنا موازنہ اس سے نہ کرو۔'' وہ تشویش سے اس کی طرف جھکا سمجھا رہا تھا۔

''میری اور اس کی کہانی بہت فرق ہے۔ میں سمجھ گئی۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ البتہ ابھی تک فکرمندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''ہم نے طے کیا تھا کہ میں تمہارا شرنک ہوں۔ ہر تھیراپی کا اصول ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے محسوسات اپنے شرنک (ڈاکٹر) کے ساتھ شیئر کرنے ہوتے ہیں۔ تمہیں اپنے محسوسات آتے ساتھ ہی مجھے بتانے چاہیے تھے۔ تم اچھی لڑکی ہو تا لیہ اور میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے پاس چھ دن مزید ہیں۔ تم ان کو استعمال کرو اور اپنے اندر سے سب کچھ باہر نکالنے کی کوشش کرو تاکہ تمہیں خود بھی اندازہ ہو کہ تم کیا چاہتی ہو۔۔''

''اوکے۔ میں خود سے بتاتی رہوں گی۔''

''گڈ۔ اب کام کی طرف آتے ہیں۔ ایک دفعہ پھر تمہارے میلوڈرامے نے ہمارا کافی وقت برباد کیا۔'' ایک دم اس کا لہجہ

بدل گیا۔قدرے برہمی سے کہتے ہوئے اس نے آستین مزید چڑھائے' اور میز پہ رکھی نوٹ بک کھول کے قلم کاغذ سے اس پہ لکھنے لگا۔تالیہ نے بس کندھے اچکا دیے۔وہ اس کے بدلتے رویوں کی اب عادی ہونے لگی تھی۔

''نیلوفر سے اس ملاقات سے ہمیں کیا معلوم ہوا ہے؟''

تالیہ گیلے بال کان تلے اڑستے ہوئے آگے ہو کے بیٹھی' پھر سوچتے ہوئے بولی۔

''کتاب واقعی لکھی جا چکی ہے اور اس کے گوگل ڈرائیو میں موجود ہے مگر پبلشر کے ذکر سے وہ کنی کترا گئی۔میں نے اسے ایک انتہائی خود ترسی کا شکار اور خود پہ مظلومیت طاری کیے ہوئے عورت پایا جو ہمدردی لینا چاہتی ہے اور نفرت سے بھری ہے....''

''جھوٹ بولنے والوں میں دس نشانیاں ہوتی ہیں۔''

''اب یہ مت کہنا کہ وہ سب تمہیں مجھ میں نظر آنے لگی ہیں۔'' تالیہ نے برا منہ بنایا۔مگر وہ سوچ میں گم تھا۔

''پہلی نشانی...وہ آنکھوں میں دیکھ کے بات کرتے ہیں۔دوسری....عادی جھوٹے لوگ کسی بات کا سیدھا جواب نہیں دیتے۔وہ اتنے ڈرپوک ہوتے ہیں کہ بات گھما پھرا دیتے ہیں۔تم نے اس سے شادی ٹوٹنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بات گھما دی۔تیسری نشانی...وہ اپنے جذبات کو بڑھا چڑھا کے بتاتے ہیں۔اس نے کہا آئی لو کے ایل۔وہ یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ مجھے کے ایل پسند تھا یا میں اسے مِس کرتی ہوں۔مگر وہ ہر بات میں exaggeration کر رہی تھی۔ایسے لوگوں کی وہی مثال ہے کہ They don't mean what they say!۔مجھے وہ ایک انتہائی compulsive liar قسم کی عورت معلوم ہوئی ہے۔جس کا مطلب ہے کہ اس کی کتاب بھی جھوٹوں سے بھری ہو گی۔ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟''

''باقی سات نشانیاں تو بتاؤ؟'' وہ غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔جہان ہلکا سا مسکرایا۔

''اگر بتا دیا تو میں تمہارے جھوٹ کیسے پکڑوں گا؟''

تالیہ برا منہ بنا کے پیچھے ہوئی۔وہ اب نوٹ بک میں کچھ لکھ رہا تھا۔پھر سر اٹھایا اور سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

''وہ موکا کافی کے لئے کیوں راضی ہوئی؟''

''کیونکہ میں نے کہا تھا کہ موکا پیتے ہیں۔''

''تم نے یہ بھی کہا تھا کہ کمرے میں چلتے ہیں حالانکہ وہ کیفے میں جانا چاہتی تھی۔تم نے کہا چائے نہیں' موکا۔تو اس نے بھی اپنا ارادہ بدل دیا۔نیلوفر باتوں کا فن جانتی ہے' ادائیں دکھانا اسے آتا ہے' مگر اس میں قوتِ فیصلہ نہیں ہے۔وہ impressionable ہے۔جس نے جو کہا اس کی مان لی۔وہ اپنے فیصلے نہیں کر سکتی۔''

تالیہ ایک دم سیدھی ہو کے بیٹھی۔ "اور ایسے لوگوں کے لئے فیصلے کوئی اور کرتا ہے۔"

"سوچو تالیہ.... اگر وہ یہ آخری دن اس شپ میں گزار رہی ہے اپنے قریبی دوستوں، رشتے داروں اور فیملی کے ساتھ تو ان دنوں میں اسے کتاب کے حوالے سے کتنے بڑے فیصلے کرنے ہوں گے۔"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے کہ ایڈم کی کتاب کی آمد کے آخری دن بہت مصروف اور اسٹریس فل ہوتے تھے۔"

"مگر وہ مطمئن لگ رہی ہے کیونکہ اس کے یہ سارے فیصلے اور ڈیلنگ وغیرہ اس کے لئے کوئی اور کرتا ہے۔ کوئی ایسا شخص جو اس وقت اس شپ پہ موجود ہے کیونکہ اس کی موجودگی میں وہ آرام سے بیٹھی ہے۔ وہی شخص نیلوفر اور پبلشر کے درمیان پل کا کام کر رہا ہے۔"

"ایک منٹ۔" تالیہ نے چونک کے فون نکالا اور اسکرین اسکرول کرنے لگی۔ "یہ دیکھو نیلوفر نے مجھے ابھی ٹیکسٹ کر کے شام کی پارٹی میں انوائیٹ کیا ہے۔"

"گڈ۔ تم مزید اس کے قریب جاؤ گے...."

"نہیں جہان۔ اس کا رائٹنگ اسٹائل دیکھو۔" اس نے اسکرین دکھائی۔

"وہ ٹیکسٹ میسج ہو یا ٹوئیٹ، ہر فل اسٹاپ کے بعد نیا فقرہ اگلی لائن سے شروع کرتی ہے۔ اس کے روم میں ایک کاغذ پہ لکھا آرٹیکل بھی تھا جو وہ صوفیہ کے خلاف لکھ رہی تھی۔ یہ دیکھو۔" تالیہ نے جلدی سے وہ تصویر نکالی جو اس کے کمرے میں اس نے کھینچی تھی۔ "یہ پرنٹ آؤٹ ہے مگر اس میں بھی ہر نیا فقرہ اگلی لائن سے شروع کیا گیا ہے لیکن...." وہ ایک دم پر جوش ہو کے بتانے لگی۔ "جب اس کا یہ آرٹیکل صبح بلاگ پہ آیا تھا تو نفاست سے پیراگراف کی صورت تھا۔ جو کتاب کا صفحہ اس نے مجھے دکھایا اس میں بھی تین پیراگراف لکھے نظر آتے تھے۔ neat اور قواعد وضوابط کے ساتھ لکھے پیراگراف۔"

"تم کہہ رہی ہو کہ کتاب کا "رف ورژن" وہ خود لکھتی ہے مگر اس کا neat اور فائنل ورژن کوئی اور لکھتا ہے۔"

"میں کہہ رہی ہوں کہ اس نے آرٹیکل کے صرف پوائنٹرز لکھے ہوئے تھے لائن چھوڑ چھوڑ کے۔ وہ کتاب بھی ایسے ہی لکھتی ہے۔ جو فقرہ یاد آتا گیا لکھتی گئی۔ پھر وہ کسی اور کو دیتی ہے جو اس کو کہانی کی شکل میں ڈھالتا ہے۔ وہی شخص نیلوفر کا گھوسٹ رائٹر ہے۔ وہی اس کے لئے فیصلے لیتا ہے، اور لٹریری ایجنٹ کا کام بھی کرتا ہے۔"

"لٹریری ایجنٹ تو باقاعدہ لٹریری ایجنسیز سے تعلق رکھتے ہوتے ہیں اور وہ رائٹر اور پبلشر کے درمیان پل کا کام کرتے ہیں۔ اس شپ کے تمام مہمانوں میں کوئی بھی کسی لٹریری ایجنسی سے نہیں ہے۔ میں نے لسٹ چیک کی تھی۔" وہ اپنی کارکردگی بتانے سے باز نہیں رہتا تھا۔

''تو ہو سکتا ہے نیلوفر کا ''ایجنٹ'' پروفیشنل ایجنٹ نہ ہو۔ وہ اس کا کوئی قریبی شخص ہو جس پہ وہ اعتماد کرتی ہو۔'' وہ ایک دم پرجوش ہو گئی تھی۔ ''وہ شخص نیلوفر کے ذہن تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ وہ شخص یہاں موجود ہے۔ اور اس شخص کے پاس کتاب کا اصل مسودہ بھی ہے۔ اس کو پبلیشر کا بھی علم ہے۔ ہمیں اس آدمی کو ڈھونڈنا ہے۔''

''تمہیں کیوں لگتا ہے کہ نیلوفر کا گوسٹ رائٹر ایک آدمی ہے؟ اونہوں۔ وہ مردوں کے خلاف باتیں کرتی ہے۔ کبھی آدمی پہ ٹرسٹ نہیں کرے گی۔ وہ کسی 'عورت' کے اشاروں پہ چل رہی ہے۔ میرا گیس ہے کہ یہ اس کی ماں ہے۔''

وہ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ گول کھڑکی سے باہر پھیلے نیل کے پانی پہ سہہ پہر اتر رہی تھی۔ ٹھنڈ بڑھنے لگی تھی۔

''ہاں اس کی ماں ہر جگہ اس کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ اپنے زمانے میں بڑی سوشل اور Dominating سی عورت رہی ہے۔ مگر یہ اس کا مرد دوست بھی ہو سکتا ہے جس کے پیسوں پہ آج کل وہ رہ رہی ہے۔ وہ کوئی ملائیشین بزنس مین ہے۔ لیکن اگر وہ عورت ہے تو وہ آج کی پارٹی میں ہوگی کیونکہ آج نیلوفر نے کتاب کی ریلیز ڈیٹ اناؤنس کرنی ہے۔''

''گڈ۔ تمہیں اب اس عورت کو ڈھونڈنا ہے۔''

''پارٹی میں بہت سی عورتیں ہوں گی۔ میں کیسے اسے ڈھونڈوں گی؟''

''تم ایک کام کرنا'' وہ پرجوش انداز میں مسکرا کے کہنے لگا ''تم جوتوں کا رخ دیکھنے والی ٹیکنیک استعمال کرنا جس سے...''

''او ہو۔ ہمارے جوتوں کا رخ تو صرف یہ بتاتا ہے کہ ہم سامنے والے کی بات میں انٹرسٹڈ ہیں یا نہیں....مگر نیلوفر کی گوسٹ رائٹر کو ہم اس کے جوتوں کے رخ سے کیسے ڈھونڈ سکتے ہیں؟'' اس نے بیزاری سے بات کاٹی۔

جہان سکندر نے لب بھینچ لئے اور بھنویں اکٹھی کر کے اسے دیکھا۔

''میں کچھ اور کہنے لگا تھا' مگر یو نو واٹ' میں کچھ نہیں کہتا۔ تمہیں چونکہ زیادہ پتہ ہے تو تم آج اسے خود ڈھونڈنے کی کوشش کرو۔ میں چلتا ہوں۔'' گھڑی دیکھی اور اٹھ گیا۔ تالیہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔

''سنو۔ تم اپنے گھر والوں سے بھی اسی طرح ناراض ہو کے چلے جاتے ہو؟''

''میرے کوئی گھر والے نہیں ہیں۔ اکیلا رہتا ہوں اس شہر میں۔ تمہارے کمرے کا یہ بلب (اوپر اشارہ کیا) کام نہیں کر رہا۔ روم سروس کو بلوا کے ٹھیک کروا لینا۔'' بے نیازی سے ہدایت دیتا' پی کیپ سر پہ پہنتا وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''اچھا سنو...تم جوتوں کے رخ کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟''

مگر پکارنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ ہونہہ میں سر جھٹک کے باہر جا چکا تھا۔

☆☆=========☆☆

نیلوفر کی پارٹی ہوٹل کے ایک چھوٹے سے ہال میں تھی جو پرائیوٹ پارٹیز کے لئے مختص تھا۔ دروازے بند تھے اور اندر سے موسیقی کی آواز آ رہی تھی۔ باہر کھڑی تالیہ نے ایک لمحے کے لئے خود کو دیوار پہ لگے آئینے میں دیکھا۔ نیوی بلیو لمبی میکسی پہنے' بالوں کا جوڑا بنائے' وہ ماتھے پہ ہیروں کی ماتھا پٹی پہنے ہوئے تھی۔ یہ نازک سا ہیڈ بینڈ اس کے سر کو گول دائرے کی صورت جکڑے' اسے ایک شہزادی کی طرح دکھا رہا تھا۔ آئینے میں خود کو دیکھتے بہت کچھ یاد آیا' مگر پھر سر جھٹکا اور کان میں لگا ائیر پیس دبایا۔

''تم کہاں ہو؟'' ادھر ادھر طائرانہ نگاہ دوڑائی۔ کاریڈور میں چند لوگ آ جا رہے تھے۔

''قریب ہی ہوں۔'' وہ کان میں بولا مگر تالیہ کو وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ بظاہر مٹھی لبوں پہ رکھے کھنکھارتے ہوئے ہلکا سا بولی۔

''وہ تم جوتوں کے رخ کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔''

''نہیں نہیں.... میں کیوں کچھ کہوں گا۔ تالیہ مراد کو تو ویسے بھی سب معلوم ہوتا ہے۔''

''وری فنی۔ خود ڈھونڈ لوں گی اسے۔'' سر جھٹکا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ گارڈ نے اس کا نام گیسٹ لسٹ میں دیکھ کے مسکرا کے سر کو خم دیا اور دروازہ کھول دیا۔

اندر مدھم روشنیاں اور تیز میوزک کے ساتھ ایک پارٹی جاری و ساری تھی۔ عورتیں ٹولیوں کی صورت کھڑی' گلاس ہاتھ میں لئے باتیں کر رہی تھیں۔ بمشکل بیس عورتیں ہوں گی۔ تالیہ کی نظروں نے سارے ہال کو اسکین کیا۔ نیلوفر سامنے ہی تھی۔ سلور میکسی میں تیار' بالوں میں مور کا پنکھ لگائے وہ سرخ لپ اسٹک کے ساتھ مسکراتی مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ تالیہ کی نظریں اس کے کرسٹل سینڈلز پہ جھکیں۔

ان کا رخ کیا تھا؟

مگر نیلوفر آگے پیچھے آتی جا رہی تھی۔ کبھی ایک ٹولی کے پاس جاتی' کبھی دوسری کے پاس۔ اس کے جوتوں کا رخ بار بار بدلتا۔ اتنا شور۔ رش۔ نیلوفر کے پیر ایک جگہ ٹک ہی نہیں رہے تھے۔

''سنو.... مجھے جہاز کی گیلری میں ملو۔ ابھی۔''

وہ نیلوفر کے دیکھنے سے پہلے تیزی سے باہر نکل آئی۔ میکسی کو پہلو سے اٹھائے اب وہ تیز تیز کاریڈور میں چلتی جا رہی تھی۔ ماتھے پہ پریشانی سے بل پڑے تھے۔

وہ جہاز کی ایک بالکونی میں کھڑا تھا۔ سر پہ پی کیپ پہنے' بازو سینے پہ لپیٹے' مسکرا کے اسے دیکھ رہا تھا۔ پیچھے بہتا رات کے اندھیرے میں ڈوبا نیل کا دریا پرسکون لگتا تھا۔

''ٹھیک ہے.... نہیں کاٹوں گی اب تمہاری بات.... بتاؤ اب جو تم کہہ رہے تھے؟''

وہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور بے بسی بھری اکتاہٹ سے بولی۔ یہاں ہوا تھی اور اس کے جوڑے سے نکلتی لٹیں پیچھے کو اڑنے لگی تھیں۔ وہ نیم اندھیرے میں کھڑا تھا' چاند کی مدھم روشنی آدھے چہرے پہ پڑتی تھی اور باقی آدھے پہ پی کیپ کا سایہ تھا۔ پھر بھی تالیہ کو اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی دکھائی دی۔

''کیوں؟ تم نے نیلوفر کے جوتوں کے رخ سے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ سامنے والوں میں انٹرسٹد ہے یا نہیں؟'' جتا کے پوچھا۔

''وہ تو سارے مہمانوں میں ہی انٹرسٹڈ ہے۔'' وہ جل کے بولی تو وہ محظوظ انداز میں مسکرایا۔ بولا کچھ نہیں۔

''نیلوفر کے جوتے ایک جگہ ٹکتے تو میں نوٹ کرتی نا۔''

''میں نیلوفر کے جوتوں کی بات نہیں کر رہا تھا۔ وہ اصول جو تم کہہ رہی تھیں' وہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ میں پارٹی کی دوسری عورتوں کے جوتوں کی بات کر رہا تھا۔''

''مطلب؟''

''مطلب یہ کہ تم ایک ایسی پارٹی میں جا رہی ہو جہاں صرف عورتیں ہیں۔ عورتوں کے گروہ کے لئے یہ اصول کسی اور طریقے سے استعمال ہوتا ہے۔ تمہیں نیلوفر کے پیر نہیں دیکھنے۔ تمہیں سب عورتوں کے پیر دیکھنے ہیں۔ کیونکہ جب عورتیں گروپ میں کھڑی ہوتی ہیں تو ان سب کے پیر صرف ایک عورت کی طرف مڑے ہوتے ہیں۔ ان کی ایلفا کی طرف۔''

تالیہ نے گہری سانس لی۔ ''The Female Alpha'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''وہ گھوسٹ رائٹر صرف نیلوفر کی محرم راز ہی نہیں ہے' بلکہ اس کی ایلفا بھی ہے۔ میں سمجھ گئی۔''

اور تیزی سے مڑی' پھر رکی اور واپس پلٹ کے اسے دیکھا جو ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

''اوہ اور جب تم روز کشتی سے واپس آیا کرو تو کوشش کیا کرو کہ اپنی ویڈنگ رنگ کشتی میں ہی اتار رکھا کرو کیونکہ تم مجھ سے ملنے سے چند سیکنڈ پہلے اسے اتارتے ہو اور تمہاری انگلی پہ اس کا واضح نشان رہ جاتا ہے۔ No Offence۔''

مسکرا کے پلکیں جھپکا کے بولی اور واپس مڑتے وقت اس نے جہان کے ماتھے پہ پڑتے بل واضح دیکھ لئے تھے۔ مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے وہ جا چکی تھی....

☆☆=========☆☆

کسی بھی جنگل میں رہنے والے بھیڑیے عموماً جھتے کی صورت میں کام کرتے ہیں۔ وہ جھتے میں حملہ کرتے ہیں' جھتے میں چیر

پھاڑ کر کے شکار کو کھاتے ہیں۔لیکن اگر بھیڑیوں کو غور سے دیکھو تو ان کے جھتے کا ہمیشہ ایک سردار ہوتا ہے جس کے اشارے پہ سب کام کرتے ہیں۔وہ ان کے تمام فیصلے کرتا ہے' شکار کی اسٹریٹیجی بناتا ہے' جس کو چاہے بھوکا مارے' جس کو چاہے زیادہ کھانے کو دے۔بھیڑیے اپنے سردار کی آنکھ کے اشارے کے پابند ہوتے ہیں۔

ایسے سردار بھیڑیے کو Alpha Wolf کہا جاتا ہے۔کسی بھیڑیے کو ایلفا انتخاب کر کے نہیں بنایا جاتا نہ وہ نسل در نسل بادشاہی نظام کے مطابق سردار بنتا ہے۔

بلکہ گروہ میں سے کوئی بھی بھیڑیا خود ہی ایلفا بن جاتا ہے کیونکہ اس کی شخصیت اور برتاؤ ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے بھیڑیے خود بخود اس کو اپنا ایلفا مان لیتے ہیں۔

ایلفا خود کو لیڈر خود ہی بنواتا ہے اور منواتا ہے۔

ایسے ہی انسانوں میں بھی ایلفا ہوتے ہیں۔

مردوں کے ایلفا مختلف ہوتے ہیں' عورتوں کے ایلفا مختلف۔

ہر گھر میں' ہر آفس میں' ہر دوستوں کے گروپ میں ایک ایلفا ہوتا ہے۔

مرد ایلفا کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ جب گروہ میں آتا ہے تو سب اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں' اس کی بات ٹالی نہیں جاتی' اس کی موجودگی میں کوئی اس کا مذاق بنانے کی جراءت نہیں کر سکتا' اور اس کی موجودگی باقی سارے گروہ کے لئے Unnerving ہوتی ہے۔وہ اس کے سحر اور رعب میں ہوتے ہیں مگر اس کی موجودگی میں ہمیشہ بے چین رہتے ہیں کہ کچھ غلط بول یا کر نہ بیٹھیں۔مرد ایلفا بارسوخ ہوتے ہیں اور حاکمانہ مزاج رکھتے ہیں۔ان کے فیصلے مانے جاتے ہیں' ان کو عزت دی جاتی ہے اور ایلفا کی تعریف سب کو خوش کرتی ہے۔مردوں کے ہر گروہ میں' یا ہر آفس میں ضروری نہیں ہے کہ کوئی ایلفا ہو مگر عورتوں کے ہر گروہ میں ایک ایلفا ضرور ہوتی ہے' اور عورتوں کے ہر گروہ میں "صرف" ایک ہی ایلفا ہوتی ہے۔

دی فی میل ایلفا وولف۔اور یہ مرد ایلفا سے کافی مختلف ہوتی ہے۔

☆☆=========☆☆

(لڑکیوں کو کم عمری سے چند چیزیں سکھائی جاتی ہیں۔شیئر کرنا۔تعاون کرنا۔اور دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا۔جن لڑکیوں میں یہ خصوصیات ایک حاکمانہ طبیعت کے ساتھ موجود ہوتی ہیں' وہ بڑی ہو کے اپنے گھر یا آفس میں ایلفا بن جاتی ہیں۔آفس کی ایلفا ضروری نہیں ہے کہ گھر میں بھی ایلفا ہو مگر وہ ہو بھی سکتی ہے۔اس کا اصل کام کسی سوشل گروپ میں سب کو ایک دوسرے کے ساتھ کمفرٹیبل کرنا ہوتا ہے۔وہ ایک دوسرے تک پہنچنے کا پل ہوتی ہے۔وہ ایک دوسرے کو متعارف کرواتی

ہے۔)

تالیہ روشنیوں سے جگمگاتے ہال میں داخل ہوئی اور مسکراتے ہوئے سامنے کسی سے بات کرتی نیلوفر کی طرف آئی۔نیلوفر نے اسے دیکھا تو فوراً اس کے پاس آئی اور گال سے گال ٹکرا کے گلے ملی پھر الگ ہوئی اور ستائش سے اسے دیکھا۔

''آؤ میں تمہیں اپنی فرینڈز سے ملواؤں۔''

وہ اس کا ہاتھ تھامے آگے لانے لگی تو تالیہ جلدی سے بولی۔

''نیلوفر پلیز...میرا تعارف مت کروایئے گا۔آپ کی بک لانچ سے پہلے وان فاتح اور آپ کے درمیان کوئی لنک منظرِ عام پہ نہیں آنا چاہیے۔''

''اوہ رائٹ!''نیلوفر نے سمجھ کے سر ہلا دیا اور اسے لئے عورتوں کی ایک ٹولی کی طرف آئی۔

(عورت ایلفا وہ ہوتی ہے جس کی موجودگی میں سارا گروہ اس کی طرف متوجہ ہو حتیٰ کہ ان کے جوتوں کا رخ بھی اسی کی طرف ہو۔چاہے ایلفا عورت خاموش ہی کیوں نہ کھڑی ہو۔)

ہال میں تین ٹولیاں تھیں اور نیلوفر پہلے گروہ سے اس کا تعارف اپنی ملے دوست کی حیثیت سے کروا رہی تھی۔تالیہ نے مسکرا کے باری باری ان تین عورتوں کو دیکھا۔

ایک مصری عورت جو بات بے بات مسکرا رہی تھی۔

دوسری عورت جو اپنے فون پہ لگی ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہی تھی۔

تیسری نیلوفر سے پوچھ رہی تھی۔''آخر کتاب کب آ رہی ہے نیلو؟''

اور نیلو نے پر اسرار انداز میں مسکرا کے کندھے اچکائے اور اسے ساتھ لئے آگے بڑھ گئی۔

(ان میں سے کوئی بھی نہیں۔)

خواتین کا دوسرا گروہ قریب ہی کھڑا تھا۔وہ دونوں ان کے قریب آئیں تو سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔دو عورتیں البتہ آپس میں ہنستے ہوئے اپنی بات جاری رکھے ہوئی تھیں۔

(عورت ایلفا وہ ہوتی ہے جو گفتگو کا مرکز ہو۔وہ موجود ہو تو...اس کو سنیں اس سے بات کریں۔وہ چلی جائے تو مرکز ٹوٹ جائے اور سب آپس میں بات کرنے لگیں۔)

تالیہ باری باری ان سب سے خوش اخلاقی سے ملنے لگی۔گہری نظریں ایک ایک کے چہرے کا مشاہدہ کر رہی تھیں۔

(ایلفا کی موجودگی میں باقی عورتیں اسی کی طرح کا چال ڈھال اپنا لیتی ہیں۔وہ اسی کی طرح ہاتھ رکھتی ہیں' گلاس پکڑتی

ہیں اسی کی طرح ہنستی ہیں۔ وہ لطیفے سناتی ہے۔ وہ ہدایات دیتی ہے۔)

(اونہوں) تالیہ نے ہلکا سا نفی میں سر ہلایا اور نیلوفر کے ساتھ تیسرے اور آخری گروہ کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی گہری نظریں نیلوفر کی ماں پہ جمی تھیں۔

(عورت ایلفا وہ ہوتی ہے جس سے مشورے مانگے جائیں۔ وہ گروہ کا سب سے زیادہ دانا دماغ سمجھی جاتی ہے۔ اگر وہ کسی آئیڈیے کو رد کر دے تو باقی عورتیں بھی اس کی وجہ سے رائے بدل دیتی ہیں۔)

نیلوفر کی ماں سفید سلور بالوں کا جوڑا بنائے' گردن میں نیلے نگینوں کا نیکلس پہنے' اکتائی اکتائی کھڑی تھی۔ اسے اپنی میکسی کا کام کندھے سے چبھ رہا تھا اور وہ بار بار اسے وہاں سے ٹھیک کرتی تھی۔

''نیلو... میرا ڈریس بالکل ٹھیک سے Stitch نہیں ہوا۔'' وہ دونوں قریب آئیں تو اس کی ماں نے شکایت کی۔ نیلوفر نے مسکرا کے صرف سر جھٹکا اور جتا کے بولی۔

''اسی لئے تو آپ کو کہا تھا ممی کہ یہ ڈریس مت پہنیں مگر آپ سنتی کہاں ہیں۔''

''اب تو سن چکی نا۔'' وہ روہانسی شکل بنائے انگلیوں سے کندھے پہ لباس کو درست کر رہی تھی۔

''تالیہ.... اس کی ماں پہ نظر رکھو۔'' جہان کی آواز کان میں گونجی مگر تالیہ مسکرا کے دوسری عورتوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ نیلوفر اب اس سے ان کا تعارف کروا رہی تھی۔ تالیہ کی مسکراتی خاموش نظریں ایک ایک چہرے پہ جاتیں اور واپس پلٹ جاتیں۔ اس کی نگاہ تھک گئی اور مایوس ہو گئی۔

وہ سب پرانی فرینڈز تھیں۔ دو ایک نیلوفر کی کزنز بھی تھیں۔ مگر ان سب میں کچھ بکھرا بکھرا سا تھا۔ کوئی شے ایسی نہ تھی جو ان کو جوڑے ہوئے تھی۔ ان کے جوتوں کا رخ بھی ایک سا نہیں تھا۔

نیلوفر اس کو وہیں چھوڑ کے دوسرے مہمانوں کی طرف بڑھ گئی۔ ایک وہی تھی جو پورے ہال میں ایک سے دوسرے کی طرف لپکتی پھر رہی تھی۔

''اس کی ماں کیسی لگی؟'' وہ کان میں لگے آلے کی مدد سے پوچھ رہا تھا۔ تالیہ نے مٹھی چہرے کے قریب کی اور ہلکا سا مسکرائی۔

''اونہوں۔ وہ عام سی عورت ہے۔ بلکہ یہاں کوئی بھی اتنا خاص نہیں ہے۔''

''یہ نہیں ہو سکتا۔ ہر فی میل گروہ میں ایک ایلفا ضرور ہوتی ہے۔ کوئی تو ہو گی۔'' وہ الجھ کے بولا تھا۔

''میں نے کہا تھا نا اس کی ماں نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ اس کا وہ مرد دوست..... وہ ملے بزنس مین ہو گا۔'' وہ تلخی سے بظاہر

کھنکھارتی بند مٹھی میں بولے جا رہی تھی۔ اتنا وقت اس فضول پارٹی میں اس نے ضائع کیا۔

''ایوری ون.... اس سے پہلے کہ ڈنر سرو کیا جائے' مجھے ایک اناؤنسمنٹ کرنی ہے۔ آپ سب پلیز ذرا اسٹیج کے سامنے آ جائیں۔''

نوجوان نسوانی آواز پہ تالیہ کی گردن آہستہ سے گھومی۔

ایک دم ہال میں خاموشی چھانے لگی۔

پلیٹ فارم اسٹیج پہ وہ لڑکی کھڑی تھی اور اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔

''ایوری ون... میری آواز آ رہی ہے۔۔؟؟'' مسکرا کے اس نے مائیک میں پوچھا۔

ہال کی ساری آوازیں دم توڑ گئیں۔

ساری باتیں' قصے خاموش ہو گئے۔ چاروں کونوں سے عورتیں پرجوش سی پلیٹ فارم کے قریب اکٹھی ہونے لگیں۔

''او کے۔ اب آپ سب کی توجہ میری طرف ہے' رائٹ؟''

آنکھوں پہ چوڑی گلاسز لگائے' بالوں کی اونچی پونی باندھے' وہ نوجوان لڑکی سارے میں نظریں دوڑاتی کہہ رہی تھی۔

''جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے' ہم یہاں مادام نیلوفر بخت کی کتاب کی ریلیز ڈیٹ اناؤنس کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔''

عورتیں اسٹیج کے گرد اکٹھی تھیں۔ تالیہ کے قدم بھی اسی طرف اٹھ گئے۔ اس نے گردنیں دیکھیں جو اونچی ہو کے اس لڑکی کو دیکھ رہی تھیں۔

اس نے جوتے دیکھے جو ہر طرف سے اسٹیج کی سمت مڑے ہوئے تھے۔

''اور ایسے میں جب ہم اس کتاب کو ریلیز کرنے جا رہے ہیں' ہماری دشمن صوفیہ رحمٰن ابھی تک ہمارے تعاقب میں ہے۔ آپ کو پتہ ہے نا' میں ایک سیکیورٹی ٹیم ساتھ لائی تھی اور اس ٹیم نے جانتے ہیں کیا دریافت کیا؟ کیونکہ اسی وجہ سے مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔''

اس نے سسپنس پیدا کیا۔ عورتوں نے یک آواز ہو کے دلچسپی سے پوچھا۔

''کیا؟''

''میم نیلوفر بخت کو ہوٹل کی طرف سے ملنے والے پھولوں کے بکے میں ایک Bug تھا جو کسی نے ہماری باتیں سننے کے لیے لگایا تھا۔ میری ٹیم نے اسے پکڑ لیا ہے۔''

''واٹ دی.....؟؟'' وہ اس کے کان میں بے یقینی سے بولا۔لڑکی مسکرا کے اسٹیج پہ کہہ رہی تھی۔

''اور اس بگ کی موجودگی کا مطلب یہ ہے کہ صوفیہ ابھی تک ہمارے تعاقب میں ہے اور ہمارا پبلشر ڈھونڈنے میں لگی ہے۔مگر جتنے محتاط ہمارے پبلیشر صاحب ہیں' اس سے زیادہ محتاط ہمیں ہونے کی ضرورت ہے۔صوفیہ رحمٰن نے جتنی زندگیاں برباد کرنی تھیں کر لیں' کم از کم ہم اس کو اپنی ہالیڈے برباد نہیں کرنے دیں گے۔''

وہ آخر میں مسکرائی تو ہال میں قہقہہ گونجا۔

''اور میں نے قاہرہ سے مزید سیکیورٹی ٹیم بھی منگوالی ہے جو میرے اور میم نیلوفر کے کمروں کے باہر پہرہ دے گی تاکہ دوبارہ کوئی ہمیں بگ کرنے کی کوشش نہ کرے۔اوکے۔اب آپ آجائیں۔''

وہ کہہ کے نیلوفر کو تحکم سے اشارہ کرتی اسٹیج سے اتری۔سب کی نظریں نیلوفر پہ جم گئیں جو پہلو سے میکسی اٹھاتی' مسکراتی ہوئی اسٹیج پہ چڑھی اور دونوں ہاتھ اٹھائے اپنی بات کا آغاز کرنے لگی مگر تالیہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

اس کی نظریں اس لڑکی پہ تھیں جو نیچے اترتے ہی سیدھی نیلوفر کی ماں کی طرف آئی' آنکھیں دکھا کے اسے ٹوکا اور تحقی سے اس کا ہاتھ کندھے سے ہٹایا تو ماں جلدی سے سنبھل گئی۔لڑکی پھر آگے بڑھی اور کونے میں کھڑے مینیجر کو انگلی کے اشارے سے بلایا۔پھر بفے ٹیبلو کی طرف اشارہ کر کے' بھنویں چڑھائے کھانے کے انتظامات کے بارے میں پوچھنے لگی۔اس کے ماتھے پہ بل تھے اور انداز میں رعونت تھی۔

''یہ کون تھی؟''اس کے کان میں جہان کی حیرت بھری آواز گونجی تھی۔

تالیہ کی گہری نظریں دور کھڑی ادھر ادھر جاتی اس لڑکی پہ جمی تھیں جو انتظامات سنبھال رہی تھی۔

اس نے ہونٹوں کو نامحسوس انداز میں جنبش دے کر دھیرے سے کہا۔

''نیلوفر کی گوسٹ رائٹر...اس کی مینیجر...اس کی لٹریری ایجنٹ...اس کی ایلفا...بلکہ پورے خاندان کی ایلفا...''وہ تلخی سے مسکرائی۔

''یہ نیلوفر بخت کی بیٹی الماس بخت ہے۔صوفیہ رحمٰن اور ہمارا کا مقابلہ نیلوفر سے نہیں' بلکہ اس کی انیس سالہ بیٹی سے تھا۔ہم اتنے دن سے غلط شخص کو ٹارگٹ کیے ہوئے تھے۔''

☆☆=========☆☆

''سوتم نے بھیجا تھا وہ پھولوں کے بکے میں بگ؟''

رات گہری ہو چکی تھی اور وہ دونوں تالیہ کے کمرے میں گول کھڑکی کے سامنے قدرے ڈھیلے سے بیٹھے تھے۔باہر سیاہ پانی

چاندی میں چمکتا دکھائی دے رہا تھا۔اور منروا کروز دھیرے دھیرے دریا میں سفر کر رہا تھا۔

جہان نے اس سوال پہ بس گھور کے اسے دیکھا۔

''ظاہر ہے ان کی باتیں سننے کا کوئی طریقہ ہونا چاہیے تھا۔وہ پارٹی میں مصروف تھے تو میں نے سوچا یہ کام کرلوں۔''

''اچھا....''تھوڑی تلے ہتھیلی رکھی اور مسکرا کے اسے دیکھا۔''تمہارے پلانز بھی فیل ہوتے ہیں کیا؟ میں سمجھی صرف میرے فیل ہوتے ہیں۔''

اس نے بس ناگواری سے سر جھٹکا اور کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

''مجھے اندازہ ہونا چاہیے تھا۔''وہ جیسے خود سے خفا تھا۔''اس کتاب کا سیکنڈ ڈرافٹ اس کی بیٹی لکھ رہی ہے۔گھر میں ساری اسٹیشنری قلم کاغذ اس کی بیٹی کے کریڈٹ کارڈ پہ آتے تھے مگر میں نے سمجھا کہ وہ کالج کی معصوم بچی ہے مگر...اللہ اللہ۔''اس نے بے زاری سے ہاتھ جھلایا۔

''ویسے وہ کس رنگ کے پھول تھے جو تم نے نیلوفر کو بھیجے؟''وہ تھوڑی تلے ہتھیلی جمائے معصومیت سے پوچھنے لگی۔جہان نے گھور کے اسے دیکھا۔

''سفید گلاب تھے۔اور وہ اس کے ملے بزنس مین نے بھیجے تھے۔میں نے صرف اس میں بگ رکھا تھا۔''

''ہاں تو میں صرف مسکرا ہی رہی ہوں۔''

''چلو تم مجھے بتا دو کیا پلان ہے تمہارے پاس۔''وہ کرسی پہ سیدھا ہوا اور وہ اس کی طرف برہمی سے دیکھا۔

''ہم اس کو بگ نہیں کر سکتے'اس کو ہیک نہیں کر سکتے'اور ایک ٹانگ جتنی لڑکی سے اس کے پبلشر کا نام بھی نہیں اگلوا سکتے ....تو ہمارے پاس ایک ہی آپشن رہ جاتا ہے۔''

''کہ ہم اس کو بلیک میل کریں؟''وہ سنجیدہ تھا۔

''ایک تو تم سب سے پہلے بلیک میل پہ کیوں اتر آتے ہو؟ کہ ہم اس لڑکی کو کون کر کے کسی طرح سمجھانے کی کوشش کر سکتے ہیں کہ کتاب کا شائع نہ کرنا ان ماں بیٹی کے لیے اچھا ہے۔''

''وہ کبھی کتاب روکنے پہ نہیں مانے گی۔''اس نے ہاتھ جھلا کے آئیڈیا رد کیا۔''وہ ماں بیٹی اس وقت اپنی فیملی اور فرینڈز کی موجودگی میں بہت پر اعتماد ہیں۔ان کو ڈرایا جا سکتا ہے مگر قائل نہیں کیا جا سکتا۔ہمیں نیلوفر کی کوئی کمزوری ڈھونڈ کے اس کو ایکسپوز کرنے کی دھمکی دے کر....''

''جہان....پلیز....''ایک دم وہ چڑ کے بولی تو وہ رکا۔تھوڑی دیر پہلے کے تاثرات غائب ہو گئے۔

''نیلوفر کے فرینڈز اور فیملی اس کے اصل سے واقف ہیں اور وہ سب خود بھی ایسی ہی ہیں۔نیلوفر کو کس کا ڈر ہے؟....اپنے رازوں کے کھل جانے سے وہ ڈرتے ہیں جن کو اپنے پیاروں کو کھونے کا خوف ہوتا ہے۔اسے بہت لوگوں نے پہلے ہی چھوڑ دیا ہے'اور اب والے اس کے ساتھ رہیں گے۔کافی لکی ہے اس معاملے میں وہ۔''

اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔نیم روشن کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔ساری فضا تلخ ہو گئی اور یہ کڑواہٹ باہر بہتے نیل کے پانی میں بھی اترنے لگی۔

وہ آگے جھکے غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔

''تم اپنے دوستوں کو شک کا فائدہ کیوں نہیں دیتیں' تالیہ؟'' اب کے نرمی سے بولا۔

''مجھے کچھ نہیں سننا۔'' وہ ایک دم پھٹ پڑی۔چہرہ غصے سے تمتمانے لگا۔''پلیز ان کی حمایت مت کرنا۔میں مشکل میں تھی اور میرے ساتھ کوئی نہیں تھا۔کوئی میرے لئے نہیں آیا۔میرے سب دوست پتے تھے جو گر گئے' جھڑ گئے۔یہ کبھی دوبارہ نہیں کھلیں گے۔''

''کیا کبھی کسی نے تمہیں بتایا ہے کہ ہر کہانی کی دو سائیڈز ہوتی ہیں؟ اور دوسری بھی سنی چاہیے؟''

''مجھے ان کی توجیہات اور وضاحتوں سے فرق نہیں پڑتا۔وہ لوگ نہیں تھے میرے ساتھ...تو نہیں تھے۔بس۔اور پلیز تم مجھے اکیلا چھوڑ دو۔''

اس نے پیر کرسی کے اوپر کر لئے اور اپنے گرد شال لپیٹ لی۔ایک دم اسے بہت سردی لگنے لگی تھی۔گھٹنوں کے گرد بازوؤں کا حلقہ بنا کے سر ان میں چھپالیا۔جسم پہ کپکپی سی چڑھ گئی تھی۔کمر کے پیچھے قید خانے کی ٹھنڈی دیوار آگئی تھی۔سلاخوں پہ جلاد کے ہاتھوں کے رگڑنے کی آواز...تالے میں چابی گھمانے کی آواز۔

اور

وہ گیلے جوتوں سے سڑک پہ قدم اٹھانے کی آواز۔

تالیہ نے سختی سے دونوں ہاتھ کانوں پہ جما دیے مگر وہ آواز بڑھتی جا رہی تھی۔ماضی' حال' مستقبل سب گڈمڈ ہو رہا تھا۔

''تالیہ...تالیہ...'' اس نے زور سے پکارا تو ایک دم سے ساری آوازیں دم توڑ گئیں۔

اس نے چونک کے سر اٹھایا۔لمحے بھر کو اسے یاد نہ آیا کہ وہ کہاں بیٹھی ہے۔پھر آہستہ آہستہ حسیات واپس آنے لگیں۔

وہ کرسی پہ پیر اوپر کیے شال لپیٹے بیٹھی تھی اور وہ اس کے سامنے گرم کافی کا مگ رکھ رہا تھا۔

''میں جب سے گیا ہوں' تم ایسے ہی بیٹھی تھیں کیا؟''

تالیہ نے خالی خالی نظروں سے اس بھاپ اڑاتے مگ کو دیکھا۔

''کیا اب مجھے اس میں اپنا چہرہ ڈالنا ہے؟''

''نہیں۔اس کو پینا ہے۔اور پھر میرے ایک سوال کا جواب دینا ہے۔''

وہ اب میز پہ اس کا لیپ ٹاپ رکھے کھول رہا تھا۔تالیہ نے دھیرے سے مگ اٹھایا اور گرم کافی لبوں سے اندر انڈیلی۔کافی کی بھاپ میں بہت کچھ یاد آیا۔قدیم ملاکہ کا چائے خانہ...چائے کے پتوں کی مہک...کڑاہے میں ابلتی چائے کا دھواں...

''ادھر دیکھو میری طرف۔'' جہان نے اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ دوبارہ چونکی۔پھر سر جھٹکا۔

''کیا؟'' گردن جھکا کے دیکھا تو آدھا مگ خالی ہو چکا تھا۔پھر اس نے انہی خالی نظروں سے سامنے دیکھا۔

جہان نے اس کا لیپ ٹاپ آن کر کے اسکرین اس کی طرف موڑ دی تھی۔وہاں اسکرین سیور جگمگا رہا تھا جو کافی عرصے سے وہاں تھا۔

''روز جب ہم کام کرتے ہیں تو تمہارے لیپ ٹاپ پہ مجھے یہ تصویر نظر آتی ہے۔جب تم اس تصویر کو دیکھتی ہو تو کیا دیکھتی ہو؟''

تصویر الیکشن نائیٹ کی تھی۔ٹی وی پہ وان فاتح کی تصویر تھی اور سامنے صوفوں پہ بیٹھے وہ تینوں مڑ کے کیمرے میں دیکھ رہے تھے۔سیلفی تالیہ نے لی تھی ایسے کہ پیچھے داتن ایڈم اور ٹی وی اسکرین...سب پینوراما میں نظر آرہا تھا۔ایڈم اور تالیہ نے وکٹری کی وی بنا رکھی تھی اور داتن پیالے سے کچھ کھاتی دکھا رہی تھی۔

تالیہ مغموم سا مسکرائی۔''چار لوگ ہیں اس تصویر میں۔وہی جو تمہیں نظر آرہے ہیں۔''

''میری بات مت کرو۔میں وہ نہیں دیکھتا جو تم دیکھتی ہو۔اپنی بات کرو۔تمہیں اس میں کیا نظر آتا ہے؟''

تالیہ کی نظریں اسکرین سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔

''ایک پرجوش پرامید لڑکی جس کو لگتا تھا کہ اس کی اتنی لمبی الیکشن کیمپین کا کوئی فائدہ ہوگا۔ایک نوجوان ووٹر جو اپنے لیڈر کو آئیڈیل سمجھتا تھا۔ایک سیاسی طور پہ نابلد عورت جس کو لگتا تھا کہ ووٹ دینا بے کار ہے۔اور...''اس کے حلق میں کچھ پھنسا۔

''ایک ایسا سیاستدان جو مصلحتوں کا شکار ہے اور کبھی آزاد نہیں ہو سکے گا۔''

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔وہ اسی طرح تالیہ کو دیکھے گیا جس کے چہرے پہ اسکرین کی نیلی روشنی پڑ رہی تھی۔

''تمہیں اس تصویر میں اور کچھ نہیں دکھائی دیتا؟''

''اور کیا ہے سوائے میرے تین بے وفا دوستوں کے؟'' وہ پھر سے زہرخند سا بولی۔

"Lenvatinib ہے۔" وہ اتنی سنجیدگی سے بولا تو تالیہ کے ابرو بھنچے۔

"کیا؟"

جہان اٹھا اور اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا' پھر جھک کے اسکرین پہ وہاں انگلی رکھی جہاں داتن کے ساتھ میز نظر آ رہی تھی۔

"یہ دیکھو...یہ اس میز پہ Lenvatinib کی شیشی پڑی ہے۔ یہ کس کی ہے؟"

"یہ داتن کے اینٹی ڈپریسنٹ ہیں' مگر..."

"اینٹی ڈپریسنٹ؟" اس نے بے یقینی سے تالیہ کو دیکھا۔ "یہ نیلا نصف دائرے کا نشان جو اس شیشی پہ بنا ہے...اور یہ فارمولا جو دور سے لکھا نظر آ رہا ہے...تم اس کو نہیں پہچانتیں؟"

تالیہ کی الجھی نظروں کو دیکھ کے اس نے گہری سانس لی۔

"یہ کینسر کی دوائی ہے۔ اسے کینسر پیشنٹ ہی لے سکتے ہیں اور کوئی نہیں۔ تمہیں اس تصویر میں جو بھی نظر آتا ہو...سوری... مگر مجھے اس میں ایک فربہ عورت نظر آ رہی ہے جس کے سیاہ بال وگ کی مانند لگ رہے ہیں' اس کے ساتھ کینسر کی دوائی رکھی ہے اور اس کے اصل بال یقیناً کیموتھیراپی کے باعث جھڑ چکے ہیں۔"

تالیہ ایک دم کرنٹ کھا کے سیدھی ہوئی۔ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ہونٹ آدھے کھل گئے۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ داتن کے اصلی بال ہیں۔" اس نے کپکپاتی انگلیاں کی بورڈ پر رکھیں اور تیزی سے اسکرین پہ پاسورڈ لکھا۔ سسٹم آن ہوا تو اس نے جلدی سے تصاویر کا فولڈر کھولا۔ وہی تصویر سامنے لائی اور اسے زوم کیا۔

"آر یو شیور' تالیہ؟ کیونکہ مجھے تو تمہاری دوست کی زرد رنگت کچھ اور بتا رہی ہے۔"

وہ بالکل سُن بیٹھی' بنا پلک جھپکائے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے اب تمہیں یہ طے کرنا ہے تالیہ کہ تم خودکشی کی زندگی کے درخت کا پتہ ہو' شاخ ہو یا جڑ۔"

اسے جہان کی آواز کسی کھائی سے آتی سنائی دی تھی۔ وہ جانے کب وہاں سے چلا گیا' اسے معلوم ہی نہ ہوا۔ بس وہ بے دم سی اسکرین کو دیکھے گئی۔

☆☆=========☆☆

رات مزید گہری ہوتی گئی اور بحری جہاز دریائے نیل کا سینہ چیرتا آگے بڑھتا گیا۔ اس کی رفتار اتنی مدھم تھی کہ اندر اپنے کمروں میں آرام سے سوتے مسافروں کو حرکت کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔

وہ البتہ سو نہیں سکی تھی۔ کندھوں کے گرد شال لپیٹے' وہ بالکونی میں کھڑی' جہان کے کمرے کے بالکونی میں کھلتے دروازے کا

شیشہ بجارہی تھی۔ چہرہ سنجیدہ اور ویران لگتا تھا۔ ہوا کے باعث بال اڑ اڑ کے منہ پہ آرہے تھے مگر وہ شیشہ بجاتی گئی۔ پہلے پردہ ہٹا' پھر وہ نظر آیا۔ حیرت سے اسے دیکھا اور ہاتھ سے جو بھی کھار ہاتھا' اسے منہ میں ڈالتے ہوئے دروازہ کھولا۔

''تم سوئیں نہیں؟''

''مجھے بات کرنی ہے۔'' وہ بے چین اور پریشان نظر آتی تھی۔

اس نے راستہ چھوڑ دیا تو وہ تیزی سے اندر آئی۔ یہ اس کے کمرے کا سٹنگ ایریا تھا جہاں ٹی وی روشن تھا اور سامنے والے صوفے کے آگے میز پہ پاپ کارن رکھے تھے۔ بھنتے ہوئے مکئی کے دانوں کی خوشبو سارے میں پھیلی تھی مگر اسے اس وقت کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ ساتھ والے صوفے پہ بیٹھی اور بے چینی سے پوچھا۔

''تم فارغ تھے؟''

''نہیں۔''

تالیہ نے نظریں گھما کے چلتے ٹی وی کو دیکھا جس پہ کوئی ڈرامہ آرہا تھا۔ اور سر اثبات میں ہلایا۔

''گڈ۔ تم فارغ ہی تھے۔''

''میں ٹی وی شو دیکھ رہا تھا۔ اب تمہاری وجہ سے ادھر پھنسا ہوا ہوں تو اور کیا کروں۔'' وہ کندھے اچکا کے کہتا واپس اپنے صوفے پہ بیٹھا' ٹانگ پہ ٹانگ جما کے نظریں ٹی وی پہ مرکوز کر دیں۔ اور پاپ کارن کا پیالہ گھٹنے پہ رکھ لیا۔

''سنو.... اگر داتن کو واقعی کینسر ہے اور اس نے مجھے نہیں بتایا تو یقیناً اس کی کوئی وجہ ہوگی۔ تم مجھے پتہ کر کے دے سکتے ہو؟''

''نہیں۔ میں اس وقت ٹی وی دیکھ رہا ہوں۔'' اور وہ واقعی اسکرین کو دیکھتے ہوئے پاپ کارن منہ میں رکھ رہا تھا۔ تالیہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔ اس نے نظریں موڑ کے اسکرین کو دیکھا۔

''یہ ٹرکش ڈرامہ میری بات سے زیادہ اہم ہے؟ اور تمہیں ان کی زبان سمجھ میں کیسے آرہی ہے؟''

''انگریزی Subtitles۔'' اس نے انگلی سے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ ''اور یہ بہت اچھا شو ہے۔ اس کا نام ہے انتقام اور اس میں ایک لڑکی.....''

''پتہ ہے مجھے۔ یہ امریکن شو Revenge کی کاپی ہے۔ اب میری بات سنو۔''

''ایک منٹ.... ایک منٹ....'' اس نے برہمی سے تالیہ کو دیکھا۔ ''یہ کاپی نہیں ہے۔ Turks کاپی نہیں کرتے۔ انہوں نے اس کے کاپی رائٹس خرید کے اسے ترک زبان میں ڈھالا ہے۔ مائینڈ یو۔''

''تم ترکوں کو ڈیفینڈ کرنے کی بجائے میری بات نہیں سن سکتے کیا؟ تم نے کہا تم میرے شرنک ہو۔ تو تمہیں میری بات سننی

چاہیے۔"

اس بات پہ جہان کے تاثرات بدلے۔ اس نے پیالہ میز پہ رکھا' ریموٹ سے ٹی وی بند کیا تو آوازیں اور نیلی روشنی دونوں دم توڑ گئیں۔

کمرے میں اب صرف مدھم زرد روشنیاں رہ گئیں۔ وہ اب ٹانگ سے ٹانگ ہٹا کے اس کی طرف ترچھا ہو کے بیٹھا اور نرمی سے بولا۔

"بتاؤ۔ تم کیا فیل کر رہی ہو؟"

"مجھے یہ جاننا ہے کہ داتن کو واقعی کوئی بیماری ہے یا نہیں۔ مگر میں اپنے کانٹیکٹس سے نہیں پوچھ سکتی۔ میرے اور داتن کے کانٹیکٹس ایک ہی ہیں۔ اگر میں نے ان سے پوچھا تو اسے پتہ چل جائے گا اور وہ مزید اس بات کو چھپا لے گی۔ مگر تم پتہ کر سکتے ہو۔"

جہان کے تاثرات بدلے۔ نرمی کی جگہ دبے دبے غصے نے لے لی۔ اس نے واپس ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی آن کرتے ہوئے بولا۔ "تم اپنے محسوسات بتانے نہیں' کام کہنے آئی ہو۔"

"ہاں تو تم کر سکتے ہو نا۔ تمہارے کانٹیکٹس مجھ سے زیادہ ہیں۔" وہ تیز تیز کہہ رہی تھی۔

"نہیں کروں گا۔" وہ ٹی وی آن کر چکا تھا اور اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔

"تم احمد نظام سے کہو کہ وہ داتن کی تمام شناختوں کو چیک کریں۔ وہ ہسپتال کے بل کسی سے تو پے کرتی ہو گی۔"

"سوری۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"تم کر سکتے ہو۔ تم اس کے کریڈٹ کارڈ ریکارڈز نکلواؤ' یا ہسپتال میں کسی کو ڈرا دھمکا سکتے ہو یا اس کی فیملی کو کوئی لالچ دے سکتے ہو۔ اور وہ تمہیں بتا دیں گے۔"

"مجھے ٹی وی دیکھنے دو۔" اسکرین کی نیلی روشنی اس کے سنجیدہ چہرے پہ سیدھی پڑ رہی تھی اور وہ برہم نظر آ رہا تھا۔

"میں پیسے دوں گی' جو بھی خرچ آئے۔ مگر تم کسی بھی طرح مجھے یہ معلوم کر کے بتا دو کہ وہ واقعی بیمار ہے یا یہ غلط فہمی ہے۔ میں کروں گی تو وہ جان جائے گی۔ تم تو ایک دن میں ہر چیز معلوم کر لیتے ہو تو....."

"کہا نا' تالیہ' میں نہیں کر سکتا۔" اس نے ایک دم اتنے غصے سے کہا کہ وہ جو بولتی جا رہی تھی' رک گئی۔ بالکل شل اور ساکت۔

دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

وہ غصے سے اور تالیہ بے یقینی سے.....

پھر شہزادی کے ماتھے پہ بل پڑے۔ جبڑا بھینچ گیا۔

''فائن۔ تم ٹی وی دیکھو۔'' وہ ایک دم اٹھی اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

چاند بادلوں کے درمیان سے جھلکتا نیل پہ جھک رہا تھا۔ رات کے اس پہر سانپ جیسے دریا پہ سکوت چھایا تھا۔ بالکونی میں ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور وہ شال لپیٹے' ماتھے پہ بل ڈالے کھڑی' سیاہ پانیوں کو دیکھ رہی تھی۔ ہوا سے بال پیچھے کو اڑ رہے تھے مگر وہ ان کو چھو بھی نہیں رہی تھی۔

پھر اسے قدموں کی آہٹ سنائی بھی نہ دی اور وہ دھیرے سے اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

''تالیہ۔ بات سنو۔'' نرمی سے پکارا۔

''اٹس اوکے اگر تم نہیں کر سکتے۔ مجھے تم سے پرسنل فیور مانگنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ میں واپس جاؤں گی تو اپنے طریقوں سے معلوم کروا لوں گی۔'' وہ پانی کو دیکھتے ہوئے سپاٹ سا بولی۔ وہ ریلنگ سے ٹیک لگائے' سینے پہ بازو لپیٹے' ایسے کھڑا ہوا کہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔

''کیسے طریقوں سے؟'' غور سے تالیہ کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی۔

''وہی جو معلومات حاصل کرنے کے لئے اپنائے جاتے ہیں۔ کسی کو کون کر کے۔ کسی کو بلیک میل کر کے۔ کسی کو خرید کے۔''

''اور میں تمہیں یہی بتانا چاہ رہا تھا کہ تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولا تو تالیہ نے سر جھٹکا۔

''میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی۔ میں خوامخواہ ایموشنل ہو گئی۔ ابھی مجھے نیلوفر پہ فوکس کرنا ہے اور کام کو ختم کر کے...''

''سنو لڑکی....'' وہ زور دے کے بولا۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا اور وہ پانی کو۔ ''تمہیں اگر اپنی لیڈی فرینڈ کے بارے میں کچھ معلوم کرنا ہے تو یاد رکھو وہ تمہاری دوست ہے۔ تمہیں کسی کو کون کرنے یا خریدنے یا بلیک میل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں صرف ایک کام کرنا ہے۔''

وہ دریا میں تیرتے چاند پہ سپاٹ نظریں جمائے رکھی۔ بولی کچھ نہیں۔

''Just Ask her nicely.'' وہ نرم مگر پر اصرار لہجے میں بولا۔

تالیہ مراد کے جسم کے سارے عضو شل ہو گئے۔وہ بالکل متحیر سی کھڑی رہ گئی۔پھر دھیرے سے.....بے یقین نظریں موڑ کے جہان کو دیکھا۔

''کیا؟''

''وہ تمہاری دوست ہے۔اسے معلوم ہے تم اس کی خیر خواہ ہو تو تم اتنے لمبے چکروں میں پڑنے کی بجائے ڈائریکٹلی اور نائیسلی اس سے پوچھ سکتی ہو اور وہ تمہیں بتا دے گی۔''

تالیہ کی اس پہ جمی سیاہ آنکھوں میں زمانے بھر کی حیرت تھی۔

''دیٹس اٹ۔''وہ جیسے چونک چونک گئی۔''مجھے صرف اس سے ڈائریکٹ پوچھنا تھا۔''

''یہی میں کہہ رہا ہوں۔''

وہ جیسے کسی خواب سے جاگی تھی۔

''ہمیں کسی کو خریدنے' یا بلیک میل کرنے کی ضرورت نہیں تھی' جہان۔ہمیں صرف ڈائریکٹلی اس سے پوچھنا تھا اور وہ سب بتا دیتی۔''

''بالکل۔تم اپنی اس لیڈی فرینڈ کو فون کرو اور اس سے پوچھو کہ....''

''داتن نہیں....نیلوفر۔''وہ ایک دم بولی تو وہ رک گیا۔بھنویں اچکائیں۔

''نیلوفر؟''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ہم اس سارے گیم کو غلط طریقے سے کھیل رہے تھے۔ہمیں صرف نیلوفر سے ڈائریکٹلی پوچھنا تھا اور وہ اپنے پبلشر کا نام بتا دیتی۔''

''تالیہ....آر یو او کے؟''وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔''تمہاری دوست کی بیماری....''

''اس کو میں واپس جا کے دیکھ لوں گی اور واپس جانے کے لئے مجھے اس کام کو فوراً مکمل کرنا ہے۔یہ....یہ ٹرکش ڈرامہ جو تم دیکھ رہے تھے۔تم نے کہا ٹرکش لوگ کاپی نہیں کرتے...گریٹ۔تم کبھی ترکی گئے ہو؟''وہ ایک دم جوش سے پوچھ رہی تھی۔

''ایک دفعہ بھی نہیں۔''

''جھوٹ مت بولو۔تم آج کسی بات پہ اللہ اللہ کہہ رہے تھے۔جو لوگ ترکی میں رہے ہوں صرف وہی یہ کہتے ہیں۔اب بتاؤ' تم نیلوفر کو کون کرنے کے لئے ایک کردار ادا کر سکتے ہو؟''

''ہاں۔کرلوں گا۔مگر تمہارے ذہن میں کیا چل رہا ہے؟''وہ اسے اچنبھے سے دیکھ رہا تھا۔مگر وہ ذہنی طور پہ کہیں دور پہنچی

ہوئی تھی۔

''اور سنو.....میں حالم کے فون سے جب کلائینٹس سے بات کرتی تھی تو آواز کو distort کر لیتی تھی.....وہ ایک ریگولر سافٹ ویئر ہے جو سب استعمال کرتے ہیں۔اس سے آواز صرف بھاری ہوتی ہے۔تمہارے پاس کوئی ایسا سافٹ ویئر ہے جو کسی کی آواز کو صرف distort نہ کرے بلکہ فون پہ اسے ایک دوسری خوبصورت آواز میں بدل دے؟''

جہان نے اب کے مشکوک نظروں سے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

''ہاں۔ہے۔''

''گڈ۔اور تمہیں اس کون گیم میں ایک کردار کرنا پڑے گا۔الماس کو کون کرنے کے لیے۔کرلو گے نا؟''

''کہا نا کرلوں گا۔مگر کردار کس کا ہے؟''

تالیہ مراد کھلے دل سے مسکرائی۔

''ایک ترک آدمی کا۔تمہیں یہ ظاہر کرنا ہے کہ تمہیں ترکش زبان آتی ہے ورتم ساری زندگی استنبول میں رہے ہو۔بتاؤ۔اتنا کر سکتے ہو؟''

جہان سکندر نے بہت ضبط سے گردن موڑ کے دریا کے پانی پہ تیرتے چاندی کے ورق کو دیکھا۔چند گہرے سانس لیے اور جب واپس چہرہ تالیہ کی طرف موڑا تو شدید شک وشبہ تھا۔

''مجھے ایک دفعہ پھر تمہارا بیک گراؤنڈ چیک کرنا پڑے گا' تالیہ کیونکہ مجھے شک ہو رہا ہے کہ کہیں تم مجھے ٹارگٹ کرنے تو نہیں آئیں۔''وہ سخت ناخوش لگ رہا تھا مگر تالیہ اس وقت اتنی پر جوش تھی کہ وہ کچھ اور نہیں سن رہی تھی۔

اس کا ذہن الماس بخت کے لیے ایک کھیل بُن رہا تھا اور وہ کھیل کافی دلچسپ تھا۔

☆☆=========☆☆

جاری ہے۔۔۔

کیا ہوگا کھیل کا انجام؟ حالم کے باب اٹھارہ کا یہ حصہ اول تھا۔حصہ دوم ابھی باقی ہے ڈیئر ممبرز۔۔۔